بسم اللہ الرحمن الرحیم

تعلیم الایمان

کلمہ طیبہ

کو سمجھانے کا طریقہ

لا الٰہ الا اللّٰہ (حصہ اول)

مصنف

مولانا مفتی محمد مصطفیٰ مفتاحیؒ

(چیرمین ایمانیات سنٹر حیدرآباد، اے پی)

مرتب

عبداللہ صدیقی

(ریسرچ اسکالر آف ایمانیات)

ناشر: عظیم بک ڈپو، نزد جامع مسجد دیوبند، یوپی

حق طباعت غیر محفوظ

(بغیر کسی تبدیلی کی چھپوانے کی عام اجازت ہے)

نام کتاب:۔ کلمہ طیبہ کو سمجھانے کا طریقہ۔لا الٰہ الا اللہ (حصہ اول)

مصنف:۔ مولانا مفتی محمد مصطفیٰ مفتاحی صاحب

سنہ طباعت:۔ ۲۰۰۹ء

تعداد اشاعت:۔ 500

کمپیوٹر کتابت:۔ گریٹ گرافکس، جمال مارکٹ، حیدر آباد۔

ناشر:۔ عظیم بکڈپو، دیوبند، یوپی، انڈیا۔ 09997177817

☆☆☆☆☆

اس کتاب کے علاوہ دوسرے اسماءِ الٰہی میں غور وفکر کے لئے ہماری کتاب تعلیم الایمان کے تمام حصے پڑھئے اور ایمان بالکتب، ایمان بالرسالۃ، ایمان بالآخرۃ، ایمان بالقدر (تقدیر) پر شعوری اور عقلی اعتبار سے ایمان پیدا کرنے کیلئے "ایمانِ مفصل کو سمجھانے کا طریقہ" پڑھئے، اس کے علاوہ اولاد کو مسلمان بنانے اور لڑکیوں کو شادی سے پہلے باشعور بنانے والی دونوں کتابیں ضرور پڑھئے اور اپنے خاندان میں تحفہ دے کر دعوتِ دین کا حق ادا کیجئے۔
عظیم بکڈپو دیوبند، یوپی سے ہماری تمام کتابیں حاصل کر سکتے ہیں۔

فہرست مضامین

برائے مہربانی کتاب میں دیکھ لیجئے

کتاب صفحہ نمبر 5 سے شروع ہے۔

فہرست مضامین

برائے مہربانی کتاب میں دیکھ لیجئے

کتاب صفحہ نمبر 5 سے شروع ہے۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

کتاب کو سمجھنے کیلئے اِن سُطور کو ضرور پڑھئے

موجودہ زمانے میں دینی تعلیم کے نام پر صرف مسائل کی تعلیم دی جاتی ہے' مسائل کی تعلیم دینے سے بچوں میں دین کا کچھ بھی شعور بیدار نہیں ہوتا' وضو' غسل' طہارت' نماز' روزہ اور زکوۃ کے مسائل یاد کرانے سے ایمان پیدا نہیں ہوتا۔ ایمان پیدا کرنے کیلئے باقاعدہ ایمانیات کی تعلیم دی جائے' جسکا ہماری دینی تعلیم میں بہت بڑا فقدان ہے۔ ایمان کا شعور دیئے بغیر دینی تعلیم کے نام پر کلمے یاد کرائے جاتے ہیں' نماز یاد کرائی جاتی ہے' قرآن کی سورتیں یاد کرائی جاتی ہیں اور دُعائیں یاد کرائی جاتی ہیں اور زیادہ زور بس تجوید پر دیا جاتا ہے' چنانچہ شعور دیئے بغیر دینی تعلیم دینے سے مسلمانوں کی کثیر تعداد بے شعور ہے' تقلیدی ایمان رکھتی ہے شعوری ایمان سے بہت دُور ہے' عبادات کی مشق کروا کر اُن میں دین پیدا کرنے کی محنت کی جاتی ہے۔ یاد رکھئے کہ عبادات کے ظاہری خول سے جو دین آئے گا وہ کمزور ہوگا' شعور کے راستے سے جو دین آئیگا وہ پختہ' مضبوط اور طاقتور ہوگا' پچھلے زمانے میں خانقاہیں اور مدارس دونوں تھے' خانقاہوں میں لوگ اللہ کی معرفت' اللہ کی محبت اور اللہ کا حقیقی ڈر و خوف ادب و احترام اور حضور ﷺ سے عشق و محبت اور سنتوں کی اتباع سیکھتے تھے اور مدارس میں باقاعدہ تفسیر' حدیث اور فقہی مسائل وغیرہ سیکھتے تھے مگر افسوس اب خانقاہیں تباہ و برباد ہوگئی ہیں' صرف مدارس کا نظام رہ گیا ہے جسکی وجہ سے ہماری نسلیں دین کے مسائل سے کسی حد تک تو ضرور واقف ہو جاتی ہیں مگر ایمان کی حقیقت و شعور سے خالی ہیں۔ مولانا مفتی محمد مصطفے مفتاحی کی یہ کتاب تعلیم الایمان (کئی حصے) اِسی رُوح کو پیدا کرنے کی ایک زبردست کوشش ہے۔

عبداللہ صدیقی

کیا مسلمان بننے کیلئے صرف مسلمان ماں باپ کے گھرانہ میں پیدا ہو جانا کافی ہے ؟

مسلمان بننے کیلئے صرف مسلمان ماں باپ کے گھرانے میں پیدا ہو جانا کافی نہیں بلکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔ **یَآ اَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اٰمِنُوا** ''اے ایمان والو! ایمان لاؤ'' سورہ النساء آیت ۱۳۵۔ اِس آیت میں اُن لوگوں کو بھی مخاطب کیا گیا ہے جن کو نسلی طور پر وراثت میں ایمان ملا ہے یا ملتا ہے' اور تعلیم دی گئی ہے کہ جن مسلمانوں کو اسلام تقلیدی طور پر اپنے باپ دادا کے ذریعہ ملے' وہ شعوری طور پر اسلام کو اپنائیں اور تقلیدی و روایتی ایمان کے بجائے شعوری ایمان اپنے اندر پیدا کریں' اپنی مرضی اور پسند سے مسلمان بنیں۔ اِسلئے مسلمان اپنی اولاد کو بے شعوری کے ساتھ کلمہ طیبہ نہ پڑھائیں۔ اسلام یہ نہیں چاہتا کہ کوئی شخص صرف قانونی اور فقہی حد تک مسلمان بنا رہے بلکہ اِسلام یہ چاہتا ہے کہ ایک اِنسان اپنی سمجھ بوجھ اور شعور کے ساتھ حقیقی مسلمان بنے۔ اِسلئے سب سے پہلے کلمہ طیبہ کے مفہوم اور تقاضوں کو سمجھ کر شعور کے ساتھ دِل سے اقرار کرنا ہوگا اور پھر کلمہ طیبہ کے تقاضوں کے مطابق زندگی گذارنا ہوگا تب ہی ہم حقیقی مسلمان کہلا سکتے ہیں۔ کلمہ طیبہ قبول کرنے کے بعد اگر کوئی انسان کلمہ کا حق ادا نہ کر سکے تو وہ اپنے آپ کو پورا مسلمان نہیں بنا سکتا اسلئے کہ اُسکی کچھ زندگی کلمہ والی ہوگی اور کچھ کلمہ کے تقاضوں کے خلاف فسق و فجور والی ہوگی' یا یہود و نصاریٰ والی ہوگی یا پھر منافقانہ انداز کی ہوگی' وہ کچھ مسلم اور کچھ کرسچن' ٹائپ کا مسلم بنا رہے گا۔ اسلام اپنے ماننے والوں کو آدھا مسلم اور آدھا غیر مسلم بننا پسند نہیں کرتا اور تعلیم دیتا ہے کہ **یَآ اَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اُدۡخُلُوا فِی السِّلۡمِ کَآفَّةً** (پ۲' رکوع۹' آیت ۲۰۸) ''اے ایمان والو! دین میں پورے پورے داخل ہو جاؤ'' دُنیا میں اِنسانوں کیلئے دین اسلام اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت ہے اور اللہ تعالیٰ انسانوں

کیلئے دین اسلام ہی کو پسند فرمایا ہے' ارشاد باری تعالیٰ ہے: **اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَاللّٰہِ الاِسْلَامُ** (پ۳۔رکوع ۱۰' آیت ۱۹) ''بے شک دین اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسلام ہے''۔

یہ یاد رکھیئے کہ بغیر چاہت ومحنت کے اِسلام نہیں ملتا' اِسلام کوئی ایسی نعمت نہیں جو باپ دادا سے وراثت میں مل جائے اور خود بخود بلا محنت' بغیر پسند اور بغیر چاہت کے زبردستی اِنسان کے ساتھ چپکی رہے' چاہے اِنسان اُسکی پروا کرے یا نہ کرے۔اگر کوئی لڑکا ڈاکٹر کے گھر پیدا ہوجائے تو وہ خود بہ خود بغیر محنت اور تعلیم کے ڈاکٹر نہیں بن سکتا' بلکہ اسکو باقاعدہ علم حاصل کرنا پڑیگا' تب ہی وہ ڈاکٹر بن سکتا ہے۔اگر وہ علم حاصل نہ کرے اور اَن پڑھ رہے تو ناکارہ اور نااہل رہے گا' ہاں ڈاکٹر کا بیٹا ضرور کہلائے گا مگر کوئی بھی اسکے باپ کو ڈاکٹر دیکھکر اسکے بیٹے کو ڈاکٹر نہیں کہے گا۔کوئی ٹین کے ڈبے پر ماروتی کا رلکھ دینے اور کپڑا اُڑا دینے سے وہ ماروتی کار نہیں کہلاتی' بالکل اسی طرح کسی جسم کا نام مسلمان رکھ دینے سے وہ مسلمان نہیں بن جاتا۔

حدیث میں اللہ کے رسولؐ نے ارشاد فرمایا جسکا مفہوم یہ ہیکہ ہر بچہ صحیح فطرت پر ہی پیدا کیا جاتا ہے لیکن اسکے ماں باپ اسکو یہودی' نصرانی یا مجوسی بنادیتے ہیں (بخاری ومسلم)

اسلئے دین اسلام کو بھی حاصل کرنے اور باقی رکھنے کیلئے اِنسان کا ارادہ' مرضی' چاہت اور محنت ضروری ہے۔اگر اِنسان اسکو حاصل کرنے کی کوشش کریگا تو وہ اُسے ملے گا اور باقی رکھنے کی کوشش کرے گا تو باقی رہے گا' ورنہ مسلمان ماں باپ کے گھر میں پیدا ہونے اور مسلمانوں کی اولاد کہلائے جانے کے باوجود شعوری ایمان کے نہ ہونے اور خدا کی پہچان نہ ہونے پر خدا کی نظر میں مسلمان نہیں بن سکتی اور ایسے لوگوں سے اِسلام کی نعمت چھین بھی لی جاسکتی ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے۔قرآن مجید میں اُسکا اِرشاد ہے:۔**وَاِنْ تَتَوَلّٰو وَیَسْتَبْدِلُ قَوْماً غَیْرَکُم ثُمَّ لَا یَکُوْنُو اِمْثَالَکُمْ** (پ۲۶ رکوع ۱۸' آیت ۳۸) ''اور اگر تم نے نافرمانی کی تو اللہ تعالیٰ تمہاری جگہ دوسری قوم کو پیدا فرمادیگا' پھر وہ تمہاری طرح نہیں ہونگے''۔

ایک اِنسان جب مسلمان گھرانے اور ماحول میں پیدا ہوتا ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کی اُس پر بہت بڑی رحمت اور احسان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُسکو مسلم ماں باپ اور مسلم گھرانہ اور ماحول عطا فرمایا' اب مسلمان باقی رہنا یا نہ رہنا اُس اِنسان کی اپنی مرضی' محنت اور چاہت پر ہے۔موجودہ زمانے میں بہت سے مسلمانوں کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ کلمہ پڑھ کر بھی ایمان واسلام سے واقف ہی نہیں' بعض تو کلمہ کا معنی اور مطلب ہی نہیں جانتے' کلمہ پڑھنے کے باوجود قرآن سے دُور بھاگتے ہیں۔شرکیہ عقائد رکھتے اور شِرک والے تمام کام کرتے ہیں' ایمان کا دعویٰ کرنے کے باوجود اِسلام کو پسند نہیں کرتے' فسق وفجور میں زندگی گذار رہے ہیں مگر اُنکو اپنے فسق وفجور کا احساس ہی نہیں' نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا دعویٰ کرتے مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کو پسند نہیں کرتے اور جان بوجھ کر اپنی مرضی اور پسند سے یہود ونصاریٰ کے طریقوں کو اختیار کرتے ہیں' نماز سے دُور رہتے ہیں' کیا اسی کا نام ایمان ہے؟ اور کیا ایسی زندگی کو کلمہ والی زندگی کہیں گے؟ کیا انسان کو خلیفہ اسلئے بنایا گیا تھا کہ وہ ایسی بدکردار' بے شعور' بدعقیدہ زندگی گذارے؟۔

ایک غیر مسلم جس طرح اپنے باپ دادا کو' بُت کو خدا مانتا ہوا اور پوجا کرتا ہوا دیکھ کر غیر شعوری طور پر باپ دادا کی تقلید میں بت کو خدا مانتا اور اُسکی پوجا کرتا ہے' اسی طرح بہت سے مسلمان اپنے باپ دادا کو کلمہ پڑھتا ہوا دیکھ کر کلمہ پڑھتے اور نماز پڑھتا ہوا دیکھ کر نماز پڑھ لیتے ہیں' جس طرح غیر مسلم اپنے شرک میں شعور نہیں رکھتا اُسی طرح یہ مسلمان توحید' رسالت میں شعور نہیں رکھتے' بس کلمہ پڑھ لیتے ہیں' اپنے جسم کا نام مسلمان جیسا رکھ لیتے ہیں۔اِنسان کی یہ بہت بڑی کمزوری ہے کہ جن چیزوں سے اُسکو جلدی اور وقتی فائدہ حاصل ہوسکتا ہے اُنکو وہ خوب جانتا اور جاننے کی جستجو کرتا ہے اور اُس پر سختی سے عمل بھی کرتا ہے' مثلاً کھیت' مویشیوں کی پرورش' تجارت' جسمانی حفاظت وغیرہ' اس میں غفلت اور لاپرواہی سے نقصان کا خوف رکھتا ہے' مگر ایمانیات کا علم وفہم اور شعور حاصل کرنے سے

لاپرواہی برتتا ہے' جبکہ ایمانیات کو سیکھنا' سمجھنا اور اُس پر عمل کرنا اس کیلئے دونوں جہاں کی ضرورت اور کامیابی ہے مگر افسوس کلمہ کا معنی و مطلب جانے بغیر' کلمہ کی ذمہ داریاں سمجھے بغیر' زندگی کا مقصد جانے بغیر بس رسمی انداز سے مسلمان بچوں کی کثیر تعداد بے شعوری کے ساتھ کلمہ پڑھتی ہے اور اِسلام سے بیگانی رہتی ہے۔

خوب اچھی طرح یاد رکھئے کہ مسلمان کو کافر سے جُدا کرنے والی بُنیادی چیز ایمان ہے۔ اگر ایک اِنسان کلمہ پڑھ کر بھی یہ نہ جانے کہ اِسلام اور کفر میں کیا فرق ہے؟ اور اِسلام اور شرک میں کیا اِمتیاز ہے؟ تو سوچئے کہ اس کا ایمان کس درجہ کا ہے؟

فَاعۡلَمۡ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

(ترجمہ) جان لو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ (سورۂ محمد: ۱۹ پ ۲۶)

اِسلام کا کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے۔ اس کلمہ کا مشہور نام کلمہ طیبّ ہے' اس کے علاوہ اس کو کلمہ توحید' کلمہ فطرت اور کلمہ صدق (سچائی) بھی کہتے ہیں۔ طیب کے معنی پاک کے ہیں۔ اس کلمہ کو کلمہ طیب اسلئے کہتے ہیں کہ اس کو دِل سے مان کر زبان سے اقرار کرتے ہی انسان پاک ہوجاتا ہے۔ اس کے علاوہ اس کے مضامین بھی پاک ہیں اور الفاظ بھی پاکیزہ ہیں' اسلئے اس کو کلمہ طیّب کہتے ہیں۔

کلمہ طیبہ کو پڑھتے ہی اِنسان کو کونسی پاکی حاصل ہوجاتی ہے؟

اللہ تعالیٰ نے اِنسان کو دو چیزیں عطا فرمائیں۔ ایک جسم اور دوسری رُوح' اس لحاظ سے اِنسان کو دوطرح کی پاکی اور طہارت چاہیئے' ایک اندرونی طہارت' دوسری بیرونی طہارت۔ اِنسان جب پیغمبر کی تعلیمات سے دور رہتا ہے تو اسکے دل و دماغ میں گندے خیالات'

گندے عقائد و نظریات اور ناپاک جذبات بیٹھ جاتے ہیں اور اِنسان کا دل اللہ تعالیٰ کی محبت سے خالی ہوکر شیطان کا گھر بن جاتا ہے۔ اس اندرونی غلاظت اور گندگی کی وجہ سے اِنسان کفر اور شرک میں مبتلا ہوجاتا ہے۔ اسکی روح گندی اور ناپاک ہوجاتی ہے' کفر اور شرک روح کو' گندہ' ناپاک اور مردہ کردیتے ہیں' اور اِنسان چلتی پھرتی لاش کی مانند ہوجاتا ہے۔ روح کمزور اور نفس طاقتور ہوجاتا ہے۔ کفر اور شرک کی وجہ سے اِنسان کا دل و دماغ بول و براز کی جگہ سے بھی زیادہ گندہ اور ناپاک بن جاتا ہے۔ اس میں ہمیشہ غلط خیالات' گندے جذبات اور ناجائز خواہشات ہوتے ہیں' جسکی وجہ سے بیرون میں بھی وہ پاکی اور طہارت سے دور رہ کر اپنے جسم سے کفر و شرک والے اعمال رذیلہ ہی ظاہر کرتا ہے۔ اسلئے کہ اِنسان کے فکر و ذہن میں جو چیز ہوتی ہے وہی اسکے اعضاء و جوارح سے ظاہر ہوتی ہے' جسطرح بول و براز جسم کو گندہ اور ناپاک بنادیتے ہیں' اسی طرح اس سے کئی گناہ بڑھ کر کفر اور شرک روح کو گندا اور ناپاک کردیتے ہیں۔

کلمہ طیبہ کو دل سے مان کر زبان سے ادا کرتے ہی اِنسان کو اندرونی پاکی نصیب ہوتی ہے' اور وہ شرک و کفر کی تمام غلاظتوں سے پاک ہوجاتا ہے' اسکی رُوح کو پاکی اور طہارت نصیب ہوتی ہے اور رُوح میں جان پیدا ہوکر وہ طاقتور بن جاتی ہے' انسان روحانی طور پر جیسے ہی پاک اور طاقتور بن جاتا ہے' بیرونی زندگی میں بھی اسکا اثر ظاہر ہونا شروع ہوجاتا ہے اور وہ تقویٰ و طہارت کو اختیار کرتا ہے۔ اسکے جسم سے پاکیزہ اعمال اور اخلاق حسنہ نکلتے ہیں' ایمان (کلمہ طیبہ) روحِ انسانی کو پاکی اور زندگی عطا کرتا ہے۔ جو لوگ ایمان سے خالی ہوتے ہیں۔ وہ چلتی پھرتی مردہ لاشوں کی مانند ہوتے ہیں۔ ایک انسان اگر زندگی بھر شرک و کفر میں مبتلا رہے مگر مرنے سے کچھ دیر پہلے بھی توبہ کرکے ایمان لانے کیلئے دل سے کلمہ طیبہ کو پڑھ لے تو اللہ تعالیٰ اسکے زندگی بھر کے گناہ چاہے وہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہی کیوں نہ ہوں معاف کردیتا ہے اور اسکو جنّت عطا فرمادیتا ہے۔

روح کو پاکی ملنے سے اِنسان کو سب سے بڑا دُنیوی فائدہ کیا ہوتا ہے؟

جیسے ہی اِنسان کی روح کو کلمہ طیبہ کے ذریعہ پاکی ملتی ہے تو اِنسان کو سب سے بڑا فائدہ دُنیوی اعتبار سے یہ ہوتا ہے کہ اس کو قلبی سکون نصیب ہو جاتا ہے اور دُنیا میں زندگی گذارنے کا سب سے بڑا مضبوط سہارا مل جاتا ہے‘ چنانچہ وہ اِسی سہارے کے ذریعہ بڑی سے بڑی مصیبت اور غم کو برداشت کرسکتا ہے اور نا اُمید نہیں ہوتا‘ اِنسان اگر رُوحانی اعتبار سے پاک نہ ہو تو بظاہر وہ جسمانی لحاظ سے کتنا ہی پاک صاف رہے‘ اسکو سکون قلب نصیب نہیں رہتا اور نہ اِنسان قلبی سُکون کسی دوا یا کسی غذا سے حاصل کرسکتا ہے۔ دُنیا میں ہزاروں‘ لاکھوں اِنسان قلبی سُکون حاصل کرنے کیلئے دن رات بے چین رہتے ہیں‘ قلبی سکون نہ ہونے کی وجہ سے وہ نہ صحیح طریقہ سے سو سکتے ہیں اور نہ صحیح طور سے وہ کچھ اور کرسکتے ہیں۔ سکون قلب حاصل کرنے کیلئے طرح طرح کی آرام دہ چیزیں گھروں میں رکھ لیتے ہیں۔ ایرکنڈیشن میں رہتے‘ نرم نرم بستروں پر سوتے‘ ناچ‘ گانا بجانا‘ ڈرامے اور فلمیں دیکھ دیکھ کر وقت گذارتے۔ ہنسی دل لگی کی محفلوں میں بیٹھتے‘ تفریح گاہوں میں پھرتے رہتے ہیں یا پھر ہوٹلوں اور کلبوں میں بیٹھ کر شراب اور دوسری مشغولیات میں وقت لگا کر سُکون قلب حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اکثر اِنسان تکالیف اور پریشانیوں میں غم کو دور کرنے اور سکون قلب حاصل کرنے کیلئے بس شراب پر شراب پیتے ہیں اور بعض لوگ سکون کی نیند نہ ملنے پر نیند کی دوائیاں بھی کھاتے ہیں مگر اُنکو قلبی سکون نہیں ملتا۔ ایمان والا الحمدللہ۔ ان تمام آفتوں اور بلاؤں سے محفوظ رہتا ہے۔ اسکو کلمہ طیبہ پڑھنے اور کلمہ طیبہ کے مطابق زندگی گذارنے سے قلبی سکون ہی سکون دنیا میں نصیب ہوتا رہتا ہے۔ وہ جب نماز پڑھتا ہے تو قلبی سکون پاتا ہے۔ وہ جب وضو اور غسل کرتا ہے تو قلبی سکون پاتا ہے۔ وہ جب پریشانی میں دُعا کرتا ہے تو قلبی سکون پاتا ہے۔ وہ طہارت میں رہتا ہے تو قلبی سکون پاتا ہے۔ وہ اللہ کو یاد کرنے کیلئے ذکر و تسبیح کرتا ہے تو

قلبی سکون پاتا ہے وہ آیات قرانی کو جب پڑھتا ہے یا سُنتا ہے اور سمجھتا ہے تو بے انتہا قلبی سکون ہی سکون پاتا ہے۔ اس کو قلبی سکون حاصل کرنے کیلئے ناچ‘ گانے بجانے یا کلبوں‘ ہوٹلوں اور تفریح گاہوں میں جانے کی ضرورت نہیں رہتی‘ یہی وجہ ہے کہ ایمان والی عورتیں دن رات گھروں میں پردہ کے ساتھ زندگی گذار کر سکون قلب پاتی ہیں۔ ایمان والا ایمان کے نور اور کلمہ کی برکت سے معمولی غذاؤں اور معمولی سامانِ زندگی کے ساتھ زمین پر سکون کی نیند سوتا ہے‘ پریشانیوں اور تکالیف میں بھی کبھی نہیں گھبراتا۔ غرض ایمان والا کلمہ کے راستے سے سکون حاصل کرتا ہے اور غیر ایمان والا شیطانی راستوں سے سکون حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے مگر اس کو وہ سکون نہیں ملتا۔ بس قلبی سکون حاصل کرنے کا سب سے بڑا اور واحد ذریعہ کلمۂ طیبہ والی زندگی ہے۔ کلمہ طیبہ کی وجہ سے مسلم اور کافر کی زندگی میں بہت بڑا انقلاب پیدا ہو جاتا ہے۔

دُنیا کی اِس امتحان گاہ میں کلمہ طیبہ کو اِتنی اہمیت کیوں ہے؟

دُنیا اِنسانوں کیلئے اِمتحان اور آزمائش کی جگہ ہے۔ اِس دُنیا میں انسانوں کو اللہ تعالیٰ کی ذات سر کی آنکھوں سے نظر نہیں آتی‘ اِنسان پر یہ ذمہ داری ڈالی گئی ہے کہ وہ اسباب کے درمیان میں رہ کر بغیر دیکھے اللہ تعالیٰ کو پہچان کر اُسکی اطاعت وفرمانبرداری میں زندگی گذارے۔ اِنسان کو یہ بھی اختیار و آزادی دی گئی ہے کہ وہ چاہے تو اللہ تعالیٰ کو مان کر وفاداری میں زندگی گذارے یا انکار کر کے نافرمانی کی زندگی گذارے‘ یہ اِنسان کی اپنی مرضی پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ امتحان اس بات کا ہے کہ اختیار رکھنے کے باوجود اطاعت کرتے ہیں یا نہیں؟ دُنیا میں امتحان کی خاطر دو راستے رکھے گئے ہیں‘ ایک صحیح راستہ جو اللہ تعالیٰ کی وفاداری والا اور جنت کا راستہ ہے۔ دوسرا غلط راستہ جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی والا شیطانی اور جہنم کا راستہ ہے‘ ایک کامیابی کی طرف لے جانے والا راستہ ہے دوسرا ناکامی کی طرف۔ انسان کو پورا پورا اختیار اور آزادی دی گئی ہے کہ وہ

اپنی مرضی اور پسند سے چاہے تو جنت والے راستے کو اختیار کرلے یا دوزخ والے راستے کو، اَب اِنسان اپنی مرضی وخوشی سے اللہ تعالیٰ کی وفاداری اور فرمانبرداری والے صحیح راستے کو اختیار کرنا چاہتا ہے اور جنت میں جانا چاہتا ہے تو سب سے پہلے اسکو دِل سے اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات پر ایمان لانے اور پیغمبر کی تعلیمات کے مطابق زندگی گذارنے کا اقرار واعلان کرنے کیلئے کلمہ طیبہ کو شعور کے ساتھ پڑھنا ہوگا اور کلمہ طیبہ ہی کے ذریعہ وہ دُنیا میں اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے دین اسلام میں داخل ہوکر مسلمان کہلاسکتا ہے بس کلمہ طیبہ دُنیا کی اس امتحان گاہ کا سب سے اہم اور ضروری سوال ہے، جسکے بغیر کسی دوسرے سوالات کے جوابات کو قبول نہیں کیا جائیگا، اِسی لئے دُنیا کی اِس امتحان گاہ میں کلمہ طیّبہ کی بہت بڑی اہمیت ہے

کیا کلمہ طیّبہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ بندے کا عہد وپیمان ہے؟

ہاں! کلمہ طیبہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ بندے کا عبدیت وبندگی کا عہد وپیمان ہے جسکو زندگی بھر نبھانا ہوگا۔ دُنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ جب کوئی شخص کسی حکومت کا نمائندہ بنتا ہے تو وہ حلف لیتا ہے۔ عہد نامہ داخل کرتا ہے کہ وہ حکومت کا وفادار رہیگا۔ حکومت کے احکام پر چلے گا، حکومت کے ساتھ غداری نہیں کرے گا (مثال رہبری کیلئے ہے برابری کیلئے نہیں)

بس کلمہ طیّبہ بھی ایک انسان کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ عبدیت وبندگی کا عہد وحلف نامہ ہے جس کو بار بار پڑھ کر انسان اپنے عہد وپیمان کو تازہ کرتا ہے اور اسکا پابند بنا رہتا ہے۔ اسلئے حدیثوں میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان والوں کو بار بار کلمہ طیبہ کو پڑھ کر اپنے ایمان کو تازہ کرنے کی تعلیم دی ہے۔ کلمہ طیبہ پڑھنے کے بعد مسلمان کافر کی طرح آزاد نہیں رہتا۔ اُسکی زندگی اور کافر کی زندگی میں بہت بڑا فرق ہوجاتا ہے۔

کلمہ طیبہ کے ذریعہ بندہ اپنے مالک سے کس قسم کا عہد وپیمان کررہا ہے؟

کلمہ طیبہ کے عہد وپیمان کو سمجھنے کیلئے سب سے پہلے کلمہ کے معنی کو ذہن میں رکھئے۔

”نہیں ہے کوئی معبود (الہ) سوائے اللہ تعالیٰ کے، حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں،، ابھی آپ نے ترجمہ پڑھا، لیکن یہ صرف لفظی ترجمہ ہے، حقیقت یہ ہے کہ اس مختصر سے کلمہ میں معانی کی ایک دُنیا آباد ہے۔ اور اِنسان اِن الفاظ کے پیچھے ایک بہت بڑی حقیقت اور سچائی کا اِقرار کررہا ہے۔ ایک اِنسان اِس دُنیا میں جب سچائی اور حق کو پہچان لیتا ہے تو وہ کلمہ طیبہ کے ذریعہ دراصل اس بات کا عہد وپیمان کرتا ہے کہ ”اے میرے پروردگار! میں آپ کو بغیر دیکھے مانتا ہوں کہ آپ کائنات کے اکیلے مالک و پروردگار اور حاکم وقادر ہیں، آپکے ساتھ آپکی قدرت میں اور آپکی خدائی میں کوئی دوسرا شریک نہیں اور آپ کی طرح نہ کوئی تھا اور نہ ہے اور نہ ہوگا پوری کائنات میں آپ ہی اکیلے بڑے ہیں اور ہر قسم کی قدرت والے آپ اکیلے ہیں، میں آپکے آخری رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے مطابق آپ پر ایمان لاتا ہوں اور اقرار کرتا ہوں کہ آپ کی عبدیت وبندگی کیلئے حضرت محمد ﷺ کی اتباع کرونگا' اسلئے کہ آپکے سوا دوسرا معبود نہیں۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپکے آخری سچے رُسول ہیں۔ یہ بھی مانتا ہوں کہ اُنکی اطاعت درحقیقت آپکی اطاعت ہے۔ گویا ایک بندہ کلمہ میں اللہ تعالیٰ ہی کو اکیلے اِلہٰ مان کر اللہ تعالیٰ کی ننانوے ۹۹ صفات کا اقرار کرتا ہے اور یہ اعلان کرتا ہے کہ:

☜ ”نہیں کوئی خالق سوائے اللہ تعالیٰ کے، ☜ ”نہیں کوئی رب سوائے اللہ تعالیٰ کے،، ☜ ”نہیں کوئی حاکم سوائے اللہ تعالیٰ کے،، ☜ ”نہیں کوئی قادر سوائے اللہ تعالیٰ کے،، ☜ ”نہیں کوئی سمیع بصیر، علیم وخبیر سوائے اللہ تعالیٰ کے،، ☜ ”نہیں کوئی مالکِ حقیقی سوائے اللہ تعالیٰ کے،، ☜ ”نہیں کوئی رحمٰن و رحیم سوائے اللہ تعالیٰ کے،، ☜ ”نہیں کوئی غفور اور شکور سوائے اللہ تعالیٰ کے،، ☜ ”نہیں کوئی قہار وجبّار سوائے اللہ تعالیٰ کے،، ☜ ”نہیں کوئی ستّار سوائے اللہ تعالیٰ کے،، ☜ ”نہیں کوئی معبود سوائے اللہ تعالیٰ کے،، وغیرہ وغیرہ گویا ایک ایمان والا کلمہ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی ذات کو بھی اور اسکی مکمل صِفات کو بھی مانتا ہے اور اس کا دِل سے اقرار کرتا ہے۔

کیا کلمہ طیبہ انسان کی فطرت کی آواز ہے؟

ہاں! کلمہ طیبہ اِنسان کی فطری آواز ہے۔ اسکا عہد و پیمان ایک سچائی اور حقیقت کا اقرار ہے، یہ ایسی اٹل سچائی اور حقیقت ہے کہ جسکو ہر اِنسان آسانی سے سمجھ سکتا ہے، اور مان کر اسکے مطابق زندگی گذار سکتا ہے اور جسکا انکار کرنا فطرت سے انحراف (بھاگنا) ہے

کلمہ طیبہ اِنسان کی فطرت کی آواز ہے اور ایسی آواز ہے جس کا دِل کی گہرائیوں سے اظہار ہونا چاہیے۔ اس کا انکار گویا ضمیر اور حق کی آواز کا انکار ہے۔

جسطرح انسان فطرت کے خلاف چل کرنا کام رہتا ہے اُسی طرح انسان کلمہ طیبہ کے مطابق زندگی گزار کر دُنیا و آخرت میں ہر قسم کی عزت و کامیابی حاصل کر سکتا ہے اور ہر قسم کی ذلت سے بچ سکتا ہے۔ اور اسکا انکار یا اُس کے خلاف زندگی گزارنا دُنیا اور آخرت میں ہر قسم کی ذلت میں مبتلا کرتا ہے۔ کلمہ طیبہ کا اقرار اِنسان کو ایماندار اور سچا بنا دیتا ہے اور اس کا انکار بے ایمان اور سچائی سے انحراف کرنے والا بنا دیتا ہے۔

کلمہ طیبہ اِنسان کو کس قسم کا شعور دیتا ہے؟

کلمہ طیبہ کا اقرار ہی اِنسانوں کو اللہ تعالیٰ سے قریب کرتا اور اُس کا صحیح بندہ بناتا ہے اور اُسکا انکار اللہ تعالیٰ سے دُوری کا ذریعہ بنتا اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ بغاوت و نافرمانی کی طرف لے جاتا ہے اور صحیح بندہ بننے نہیں دیتا۔

کلمہ طیبہ اِنسان کو زندگی کے ہر موڑ پر ہر قدم پر یہ احساس دلاتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا بندہ اور غلام ہے اس کو بندہ اور غلام کی حیثیت سے رہنا ہوگا۔

کلمہ طیبہ انسان کو بار بار یاد دلاتا ہے کہ اِنسان دُنیا میں اللہ تعالیٰ کی عبدیت و بندگی کیلئے آیا ہے۔ اسکو یہ بات نہیں بھولنی چاہیے کہ زندگی کے ہر شعبے میں وہ عبدیت اور بندگی بجالاتا رہے۔

کلمہ طیبہ اِنسان کو ہر گھڑی یہ احساس دلاتا رہتا ہے کہ کائنات میں سب سے بڑا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ وہی پوری کائنات کا اکیلا مالک ہے، اُسکے علاوہ کائنات کا کوئی مالک نہیں۔ اُسی کی بڑائی کو مان کر زندگی گذاروں

کلمہ طیبہ اِنسان کو اللہ تعالیٰ کا خالص بندہ بنائے رکھتا ہے اور اِنسان کو دولت کا، نفس کا، شیطان کا اور آباواجداد کا' وطن کا' شخصیتوں کا' اور دوسری مخلوقات کا اور رسم و رواج کا بندہ بننے نہیں دیتا۔

کلمہ طیبہ اِنسان کو یہ شعور بھی دیتا ہے کہ کائنات میں شکر، تعریف، حمد، بندگی اور اطاعت وعبادت کے لائق سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی دوسرا نہیں۔

کلمہ طیبہ اِنسان کو یہ بھی احساس دلاتا ہے کہ پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و فرمانبرداری دراصل اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری ہے اور پیغمبرؐ کی نافرمانی دراصل اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے۔

کیا کلمہ طیبہ اِنسانوں کو دو گرہوں میں تقسیم کرتا ہے؟

ہاں! دنیا کے اِس امتحانی زندگی کی کامیابی اور ناکامی کا دارومدار کلمہ طیبہ کے ماننے اور نہ ماننے پر ہی ہے۔ ایک اِنسان اُسکو مان کر اُسکے مطابق زندگی گذار کر کامیاب ہوجاتا ہے اور دوسرا انسان اُسکا انکار کر کے اُسکے خلاف زندگی گذار کرنا کام ہوجاتا ہے

کلمہ طیبہ کا اقرار مسلمان ہونے کی علامت اور جنت میں داخلہ کیلئے ویزا ہے اور اسکا انکار غیر مسلم ہونے کی علامت اور جہنم میں جانے کا پروانہ ہے۔ اس لحاظ سے پوری دُنیا کے اِنسانوں کو جو قیامت تک آنے والے ہیں دو جماعتوں میں تقسیم کرتا ہے۔ ایک ماننے والی جماعت جو ایمان والی اور مسلم کہلاتی ہے۔ اور دوسری نہ ماننے والی جماعت جو غیر مسلم کہلاتی ہے۔

۞ ایک اِنسان جب کلمہ طیبہ کا اقرار کرتا ہے تو اسکی پوری حالت اور مقام ہی بدل جاتا ہےاور وہ غیر مسلم جماعت سے نکل کر مسلم جماعت میں شامل ہوکر مسلم بن جاتا ہے اور اگر کوئی مسلمان کلمہ طیبہ کا انکار کردے تو اسکی بھی پوری حالت اور مقام بدل جاتا ہےاور وہ مسلم جماعت سے خارج ہوکر غیر مسلم جماعت میں شمار کیا جاتا اور غیر مسلم بن جاتا ہے

کیا کلمہ طیبہ پورے دین کا مغز اور رُوح ہے؟

ہاں کلمہ طیبہ پورے دین کا مغز اور روح ہے۔ اسکے بغیر دین باقی اور سلامت نہیں رہتا ہے

۞ حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضور ﷺ تک ہر زمانے اور ہر قوم میں جو بھی نبی اور رسول آئے اور جو بھی کتابیں نازل ہوئیں، ان سبکا مقصد توحید و رسالت اور آخرت کی دعوت دینا تھا۔ ہر زمانہ میں اسکا ماننا اور اس پر عمل کرنا شرط تھا۔ ہر نبی اور رسول دُنیا سے چلے جانے تک اِسی ایمان کو سمجھاتے رہے اور اِسی ایمان ہی کی دعوت دیتے رہے۔

۞ غور کرنے پر معلوم ہوگا کہ پورا قرآن مجید اسی کلمہ طیبہ کی تفسیر ہے اور حضور ﷺ کی پوری زندگی اسی کلمہ طیبہ کی تشریح ہے اور صحابہ کرام کی مقدس زندگیاں بھی اسی کلمہ طیبہ کے مضامین و مطالب کی اعلیٰ مثالیں ہیں۔ اگر پورے قرآن مجید کو مختصر کیا جائے تو وہ ایمان مفصل بنے گا اور اگر ایمانِ مفصل کو مختصر کرینگے تو وہ تین عنوانات بن جائیں گے

- (۱) ایمان باللہ
  - ایمان بالملئکہ
  - ایمان بالقدر
- (۲) ایمان بالرسالت
  - ایمان بالرسالت
  - ایمان بالکتب
- (۳) ایمان بالآخرت
  - ایمان بالآخرت

ایمان بالملئکہ اور ایمانِ بالقدر دراصل ایمان باللہ ہی کا حصہ ہیں، اس لئے کہ فرشتے اللہ ہی کا حکم پورا کرتے ہیں، تقدیر اللہ تعالیٰ ہی کا علم ہے۔ اِسی طرح ایمان بالکتب دراصل ایمان بالرُسل ہی کا حصہ ہے، اس لئے کہ پیغمبر پر ہی وحی نازل ہوتی ہے ان تینوں کو اگر مختصر کیا جائے تو پھر وہ دو عنوانات پر جمع ہوں گے۔ ایمان باللہ اور ایمان

بالرسول اس لئے کہ آخرت کا علم وحی الٰہی کے ذریعہ پیغمبر پر نازل ہوتا ہے۔ اس طرح ایک ہوگا **لا اله الا الله** دوسرا ہوگا۔ **محمد رسول الله**۔

کیا کلمہ طیبہ کی وجہ سے اِنسانوں کی تربیت ہوتی ہے؟

ہاں! کلمہ طیبہ کی وجہ سے انسانوں کی تربیت ہوتی ہے۔ دُنیا میں دو نمونے اور دو قسم کے کردار کے لوگ ہیں۔ ایک نمونہ اور کردار کے وہ لوگ ہیں جو کلمہ طیبہ کے علم کے ذریعہ تربیت پاکر اللہ تعالیٰ کی بندگی اور حساب آخرت کے یقین سے تیار ہوتے ہیں اور اعمال صالحہ سے آراستہ ہوتے ہیں۔ دوسرے نمونے کے کردار والے وہ لوگ ہیں، جو کلمہ طیبہ کا اِنکار کرکے کفر، شرک، جاہلیت، دنیا پرستی، نفس پرستی اور آخرت سے بے زاری کے ماحول میں تربیت پاکر غافل اور بدکردار ہوتے ہیں۔ چنانچہ ایمان والے کی پوری زندگی کلمہ طیبہ کے اطراف گھومتی ہے اور غیر ایمان والے کی زندگی کلمہ سے دُوری کی وجہ سے گمراہ اور بے راہ روی کا شکار ہوتی ہے۔

کیا کلمہ طیبہ کی وجہ سے کائنات باقی اور قائم رہے گی؟

ہاں! کلمہ طیبہ کی وجہ سے کائنات باقی رہیگی، جب تک دُنیا میں کلمہ طیبہ کو ماننے والا ایک بھی باقی رہیگا، قیامت نہیں آئیگی، اور کائنات اپنی صحیح حالت پر قائم رہیگی، جس دن اس کلمہ کو ماننے والا دُنیا میں ایک بھی باقی نہیں رہیگا، بس اُسی دن قیامت قائم ہوجائیگی، کائنات کو درہم برہم کردیا جائیگا۔ مسلم شریف کی حدیث میں اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے جسکا مفہوم یہ ہیکہ قیامت اس وقت آئیگی جب زمین پر کوئی اللہ اللہ کہنے والا نہیں رہیگا۔

انسانوں کے اچھے اعمال پر آخرت میں اجر و ثواب کب مل سکتا ہے؟

کلمہ طیبہ کو ماننے کے بعد ہی اِنسانوں کے اچھے اعمال اللہ تعالیٰ کے دربار میں قبول ہوتے ہیں اور اُنکا اجر و ثواب قیامت کے دن ملے گا۔ کلمہ طیبہ کو نہ ماننے کی وجہ سے

اِنسانوں کے تمام اچھے اعمال قیامت کے دن ضائع و برباد کردیئے جائینگے۔اور وہاں اُنکا کوئی بدلہ اجر وثواب کی شکل میں نہیں ملے گا۔

کلمہ طیبہ کے کتنے حصے ہیں؟ تفصیل سے بتاؤ؟

ایک توحید۔ دوسرا رسالت۔ دونوں پر ایمان لانا ضروری ہے اور دونوں پر ایمان کا تقاضہ ہے کہ مومن کی زندگی شریعت اور اسلامی ہدایات والی بن جائے۔

کلمہ طیبہ میں ہم کس چیز کا اِنکار کرتے ہیں اور کس چیز کا اقرار کرتے ہیں؟

کلمہ طیبہ میں ہم اس حقیقت کا اقرار کرتے ہیں کہ یہ دنیا بغیر خدا کے نہیں ہے اس کا ایک اکیلا مالک ہے۔اسکے علاوہ کوئی دوسرا مالک خالق، حاکم قادر اور رب نہیں۔اس جیسا کوئی نہیں' اسکے سوائے ہم اور تمام مخلوقات کسی کے بندے اور غلام نہیں۔اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کی عبادت اور غلامی نہیں کی جائے گی۔اسی کی اطاعت ومحبت کی خاطر دوسری چیزوں سے محبت اوراطاعت کی جائے گی اسکے سوا ہمارا اور دوسری مخلوقات کا آقا حاکم کوئی دوسرا نہیں وہی اکیلا ہمارا اور تمام کائنات کا بادشاہ حقیقی ہے۔اسکے قانون اور اسکے مرضیات پر عمل کرنے کا واحد راستہ اس کے آخری پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا راستہ ہے ہم اُنہی اتباع اور نقل میں زندگی گزار دیں گے۔

معبود کسے کہتے ہیں؟

معبود اس ذات کو کہتے ہیں جو عبادت اور بندگی کی لائق ہو، اور وہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے۔

عبادت ، بندگی اور اطاعت کا مستحق کون بن سکتا ہے؟

عبادت ، بندگی اوراطاعت کا مستحق صرف حقیقی مالک ہی بن سکتا ہے۔

عبادت اور بندگی واطاعت کے لائق صرف اکیلا اللہ تعالیٰ ہی کیوں ہے۔کوئی دوسرا عبادت کے لائق کیوں نہیں؟

عبادت اور بندگی واطاعت صرف اُسی ذات کی جاتی ہے جو حقیقی اور مطلق مالک ہو، کائنات کے کئی مالک نہیں ہیں، حقیقی اور مطلق مالک صرف اکیلا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔اسلئے وہی عبادت، بندگی واطاعت کا مستحق ہے اسکے علاوہ کوئی بھی عبادت وبندگی کے لائق نہیں

حقیقی مالک بننے کے لئے کن کن صفات کا ہونا ضروری ہے؟

حقیقی مالک وہی بن سکتا ہے جو خالق بھی ہو یعنی بنانے اور پیدا کرنے والا ہو، رب بھی ہو یعنی پالنے اور پرورش کرنے والا بھی ہو، حاکم وقادر بھی ہو یعنی مکمل قدرت رکھنے والا ہو، وہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے۔

کیا اللہ تعالیٰ کے علاوہ کائنات میں کوئی دوسرا خالق، رب اور حاکم وقادر نہیں؟

ہاں! اللہ تعالیٰ کے سواء کائنات میں کوئی دوسرا نہ کسی ذرّہ کو بناتا اور پیدا کرسکتا ہے اور نہ کسی کی پرورش کرسکتا ہے اور نہ قدرت وحکومت رکھتا ہے۔اسلئے اللہ تعالیٰ ہی اکیلا پوری کائنات کا مالک ہے،آیئے اب ذرا غور وفکر کریں۔

اللہ تعالیٰ ہی اکیلا خالق کائنات ہے

قَالَ رَبُّنَا الَّذِیْٓ اَعْطٰی کُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰی (طٰہٰ:۵۰) ترجمہ: ہم سب کا رب وہی ہے جس نے ہر چیز کو اسکے مناسب بناوٹ عطا فرمائی پھر رہنمائی فرمائی۔

کائنات کے ذرّہ ذرّہ کو بنانے اور پیدا کرنے والا سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں' پھر وہ اپنی تخلیق میں کسی کی مدد کا محتاج نہیں۔ وہ جب کسی چیز کو بنانے کا ارادہ

کرتا ہے تو کہتا ہے ''کُن ،، ہوجا تو وہ بن جاتی ہے ۔ اسکوکسی چیز کے بنانے میں اسباب (چیزوں) کی محتاجی ہی نہیں۔ وہ اسباب کے ذریعہ بھی بناتا ہے اور بغیر اسباب کے بھی بناتا ہے۔ اسکی قدرت عجیب قدرت ہے۔ اِنسان جتنا سوچتا چلا جائے گا حیرت ہی حیرت میں مبتلا ہوتا جائے گا۔

اناج، پھلوں اور ترکاریوں میں غور کرو، بغیر ماں باپ کے کیڑے پیدا کردیتا ہے۔ پرندوں کے انڈوں پر غور کرو، چاروں طرف سے انڈا بند ہوتا ہے' کہیں سے بھی سوراخ نہیں ہوتا، مگر انڈے کے اندر چونچ کی جگہ چونچ' آنکھ کی جگہ آنکھ، پیر کی جگہ پیر وہ کیسے بناتا ہے، پھر اُسی گوشت کے لوتھڑے سے رنگین پر پیدا فرماتا ہے، کیا ہے کوئی دوسرا ایسی تخلیق کرنے والا؟ نہیں اسلیئے **لا الـہ الا الله** کا اِقرار کرنا پڑے گا۔ پھر ہر پرندے کے بچوں میں اُسکی اقسام والے پرندوں ہی کی آواز طبعیت اور فطرت رکھتا ہے۔ مثلاً کوّے کے بچے کو کوے کی، مینا کے بچے کو مینا کی، کبوتر کے بچے کو کبوتر کی فطرت آواز اور صلاحیت دیتا ہے ۔ پھر تمام پرندوں' چرندوں اور درندوں غرض تمام حیوانات اور جانوروں کو وہ کِسی اِسکول میں تعلیم نہیں دیتا ہر ایک کو فطری طور پر یہ علم عطا کردیتا ہے کہ وہ کس طرح اپنا بچاؤ کریں گے' کس طرح انڈے دیں' کس طرح گھونسلہ بنائیں کس طرح بچوں کو پالیں' کونسا دانہ کھائیں' کیا ایسی تخلیق کرنے والا کوئی دوسرا ہے؟ نہیں اسلیئے **لا اله الا الله** کا اقرار کیئے بغیر چارہ نہیں۔

پھولوں پر بہت سارے کیڑے بیٹھتے اور اُن کا رس چوستے ہیں مگر شہد کی مکھی پر غور کرو، اُس کو پھولوں کا رس پلا کر اُس سے اتنی میٹھی اور مزے دار چیز نکالتا ہے جس کو انسان شہد کے نام پر خوب مزے لے لیکر استعمال کرتا ہے حالاں کہ کسی پھول کے رس میں نہ اتنی مٹھاس ہوتی ہے اور نہ مکھی میں مٹھاس ہوتی ہے ایسی تخلیق کوئی نہیں کرسکتا اس لئے کہنا پڑے گا **لا اله الا الله** ۔ یعنی **لا خالق الا الله** ۔

اس نے گائے، بھینس، بکری کو دودھ دینے والی مشینیں بنایا ہے۔ غور کیجئے اللہ تعالیٰ کی قدرت پر کہ اُنکو ہری گھاس کھلا کر اُنکے تھنوں سے سفید شفاف مزے دار دودھ نکالتا ہے۔ یہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کا کمال ہے، ایسا کمال کسی میں نہیں۔ **لا الـہ الا الله** ایسی تخلیق کوئی دوسرا نہیں کرسکتا۔ زمین میں نہ کسی قسم کی مٹھاس ہے اور نہ زمین میں جانے والے پانی میں کسی قسم کی مٹھاس ہے مگر ایک ہی ہوا ایک ہی پانی اور ایک ہی زمین سے اللہ تعالیٰ کہیں کھجور جیسی میٹھی اور کہیں املی جیسی کھٹی چیز پیدا فرماتا ہے غور کیجئے ، کیا اس قسم کی تخلیق کرنے والا کوئی دوسرا ہے؟ نہیں۔ اسلیئے اقرار کرنا پڑے گا **لا اله الا الله** ۔ دُنیا میں کسی کے سر کے بال چلے جائیں تو کوئی اپنے لئے بال پیدا نہیں کرسکتا، کسی کو بیٹے کے بجائے، بیٹی مل جائے تو کوئی بیٹا پیدا نہیں کرسکتا۔ کسی کی لڑکی کا رنگ کم ہو تو وہ زیادہ نہیں کرسکتا۔ غرض ہر ذرّہ محتاج ہے کسی میں ایک تنکا اور ایک قطرہ پانی بنانے کی طاقت نہیں۔

اِنسان ہر روز بہت ساری چیزیں سائنس کی مدد سے بناتا ہے
کیا وہ خالق نہیں؟

اِنسان جو کچھ بھی بناتا ہے وہ اسباب کے ذریعہ بناتا ہے، یعنی جتنی چیزیں اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہیں، اُنکے مادہ کو لے کر وہ کوئی چیز بناتا ہے۔ اسباب نہ ہوں یا کسی ایک چیز کی بھی کمی ہوجائے تو وہ کچھ بھی نہیں بنا سکتا پھر اگر اللہ تعالیٰ اس کو دماغ، ذہن اور علم نہ دیتا اور ہاتھ پیر نہ دیتا تو وہ کچھ بھی نہیں بنا سکتا تھا۔ اللہ تعالےٰ کی پیدا کردہ چیزوں کو جوڑ کر کوئی چیز بنالینا تخلیق نہیں کہلاتا۔ یہ دراصل اللہ تعالیٰ ہی کی تخلیق ہے جو سائنس دانوں اور انجینئر وں کے ذریعہ مختلف زمانوں اور حالات میں اِنسان کی ضرورتوں کے لحاظ سے ظاہر ہوتی رہتی ہے۔ ورنہ غور کیجئے کہ آدمؑ کے زمانے میں بھی پانی میں بھاپ بننے اور چلانے کی صلاحیت تھی۔ پھر ریل گاڑی کیوں ایجاد نہیں کی گئی؟ سمندروں کی تہہ میں پٹرول تھا

پھر ہوائی جہاز کیوں ایجاد نہیں کیا گیا؟ سورج کی شعاعیں اس زمانے میں بھی تھیں پھر سولار سسٹم اور دوسری چیزیں کیوں نہیں بنائی گئیں، انسان کو جیسے جیسے اور جب جب ضرورت پڑتی گئی سائنسی علم کے نام سے اللہ تعالیٰ ہی نے ترقی دی، اور انسان اپنے لئے چیزیں بناتا گیا۔ اسلئے حقیقی خالق کائنات اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ **لا خالق الا اللہ** ۔

☜ اللہ تعالیٰ کی تخلیق پر غور وفکر کرنا ہو تو تعلیم الایمان کا حصہ صفت الٰہی' خالق پر غور وفکر کا طریقہ اور عبداللہ صدیقی کی کتاب ''سورہ فاتحہ سے ہماری غفلت'' پڑھیے۔

اللہ تعالیٰ ہی اکیلا کائنات کی ربوبیت کرتا ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ساری تعریف وشکر اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہے جو تمام عالموں کا پروردگار ہے۔ کائنات کے ذرّہ ذرّہ کو پالنے اور پرورش کرنے والا اکیلا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ رب اُسی ذات کو کہتے ہیں جو ہر مخلوق کی ہر عمر اور ہر گھڑی ہر ضرورت کو محبت کے ساتھ پورا کر کے درجہ کمال تک پہنچائے، وہ ذات صرف اللہ واحد ہی کی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کائنات میں کوئی دوسرا نہیں، جو ہر مخلوق کی ہر ضرورت کو ہر گھڑی پورا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دُنیا میں ہزاروں مخلوقات پیدا فرمائیں پھر اِن تمام کی ضرورتیں الگ الگ رکھیں۔ زمین پر بسنے والوں کی ضرورتیں الگ رکھیں، پانی میں رہنے والوں کی ضرورتیں الگ، خلاؤں میں رہنے والوں کی ضرورتیں الگ اور آسمانوں میں رہنے والوں کی ضرورتیں الگ رکھیں، ایک ہی وقت اور ایک ہی گھڑی میں انسانوں، جنّوں، فرشتوں' جانوروں، پیڑ پودوں، ستاروں سیّاروں، دریاؤں اور ہواؤں کی ضرورتیں پوری کرنا اللہ تعالیٰ ہی کے بس کی بات ہے۔ کسی کو پانی چاہیے، کسی کو ہوا چاہیے، کسی کو روشنی اور گرمی چاہیئے' کسی کو سردی چاہیئے' کسی کو نیند چاہیے، کسی کو دوا چاہیے، کسی کو دودھ چاہیئے' کسی کو ہری گھاس چاہیے، کسی کو دانہ چاہیئے' کسی کو پکی ہوئی غذا چاہیئے' کسی کو بغیر پکی ہوئی غذا چاہیئے' کسی کو زندگی (پیدائش) چاہیے کسی کو موت چاہیے، کسی کو جسم چاہیے اور کسی کو

جسمانی عضو چاہیے، کسی کو گرم لباس چاہیے، کسی کو سرد لباس چاہیے، کسی کی پرورش زمین کے اندر ہوتی ہے، کسی کی زمین کے اُوپر اور کسی کی پانی کے اندر، کسی کی ماں کے پیٹ میں اور کسی کی انڈے میں اور کسی کی خلاؤں میں۔ ایک ہی وقت میں سب کی دیکھ بھال چاہیے۔

اس پر بھی غور کیجئے کہ ہر مخلوق کے بچوں کو ان کے معدہ کے حساب سے غذا چاہیے، مچھر کو مچھر کے لحاظ سے اور ہاتھی کو ہاتھی کے لحاظ سے ضرورت کی چیز چاہیے۔ اور ہر ایک کو اُن کی ضرورت کے لحاظ سے علم بھی چاہیے۔ غرض یہ کہ کائنات میں ہزاروں لاکھوں مخلوقات ہیں۔ ایک ہی وقت اور ایک ہی لمحہ میں ہر ایک کی ضرورت کے سامان اُن کی اپنی اپنی جگہ پر چاہیے۔ یہ کسی مخلوق کے بس کی بات نہیں کہ وہ ساری کائنات کی مخلوقات کی پرورش کا انتظام ایک ہی وقت میں کر سکے۔ ساری مخلوقات تو کیا ایک ہی مخلوق کے چند افراد کی ایک ہی قسم کی ضرورت کو بھی صحیح طور سے پورا کرنا اِنسان جیسی مخلوق کے بس کی بات نہیں۔ اِنسان اپنے گھر میں ہزار پانچ سو آدمیوں کو دعوت دے کر پریشان ہو جاتا ہے اور ہر ایک کی صرف چند بُنیادی ضرورتیں بھی پوری نہیں کرسکتا۔ کسی کو سونے کیلئے جگہ نہ ملنے کی شکایت، کسی کو وقت پر ناشتہ یا چائے نہ ملنے کی شکایت، کسی کو بستر اور تکیہ کی کمی اور کسی کو نہانے کیلئے پانی نہ ملنے کی شکایت ہو جاتی ہے۔ کسی بھی ملک میں بادشاہ یا صدر اپنی رعایا کی تمام ضرورتیں تو کیا بنیادی ضرورتیں بھی پوری نہیں کرسکتا۔ ناقص انتظام کے ساتھ حکومتیں چلتی ہیں۔ عوام اپنی ضرورتوں کیلئے ہڑتال، جلوس جلسے کرتے رہتے ہیں۔ اگر قحط پڑ جائے تو صدر اور رعایا دونوں پانی کے ایک ایک قطرہ کیلئے ترستے ہیں۔ کوئی صدر اپنی رعایا کیلئے پانی کا ایک قطرہ اور غذا کا ایک دانہ اُ گا نہیں سکتا۔

ایک باپ اپنے بچوں کی اور شوہر اپنی بیوی کی ہر ضرورت کو پورا نہیں کرسکتا، دنیا میں جو بھی پرورش کے نظارے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت، مصلحت اور رحمت کے کرشمے ہیں۔ ایک مخلوق دوسری مخلوق کی ضرورت کو پورا نہیں کرسکتی اور جو بھی پرورش کرتی ہے وہ

ناقص اندازکی ہوتی ہے بظاہر جوبھی پرورش کا عمل اُن سے ظاہر ہورہا ہے وہ دراصل اللہ تعالیٰ ہی کی ربوبیت ہے جو ان سے ظاہر ہورہی ہے۔اللہ ہی کامل اور مکمل ربوبیت کرنے اور ہرضرورت کو پوری کرنے والا ہے۔

مختلف حکومتیں زو (Zoo) بنا کر اس میں مختلف جانوروں کو پالتی ہیں مگر وہ انکے صرف چارے کا خرچہ تک برداشت نہیں کرسکتیں اورعوام سے ٹکٹ کے نام پر پیسے وصول کرکے صرف ان جانوروں کو بمشکل غذا فراہم کرتی ہیں۔صرف غذا اور دوا کا انتظام کردینا ربوبیت نہیں بلکہ ہرضرورت کو ہروقت پورا کرنا دراصل ربوبیت ہے اللہ تعالیٰ کے پالنے اورمخلوقات کے پالنے میں زمین آسمان کا فرق ہے' اللہ تعالیٰ کا پالنا کامل اورمخلوقات کا پالنا ناقص وناکمل ہوتا ہے پھرتمام مخلوقات کی مسلسل ربوبیت کرتے رہنے سے اسکے خزانوں میں رتیّ برابر کی کمی واقع نہیں ہوتی۔ وہ کروڑ ہا برس سے ہزاروں لاکھوں مخلوقات کی پرورش کیئے جارہا ہے۔اس میں اس کا کوئی شریک نہیں، اسلیئے وہی اکیلا حقیقی رب ہے۔اسکے علاوہ کوئی رب کائنات کہلانے کے لائق نہیں۔

ساری کائنات پراللہ تعالیٰ ہی اکیلا حاکم وقادر ہے

اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر۔ کائنات کے ذرہ ذرہ پراللہ تعالیٰ ہی کی حکومت ہے۔وہی اکیلا ہرچیز پرقادر ہے۔اُس کے سوااورکوئی حکومت کرنے والانہیں۔ ہرچیز پراسی کا حکم چلتا ہے اوراس کے حکم کے بغیرایک پتہ بھی نہیں ہل سکتا۔وہ کائنات کے ذرّہ ذرّہ پر ہرطرح سے قدرت رکھتا ہے اورجسے جیسا چاہے استعمال کرسکتا ہے۔

مگر جب ہم دنیا پرنظر ڈالتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ دُنیا میں مختلف مما لک ہیں اور ہرملک پرکوئی نہ کوئی الگ الگ حکومت کررہا ہے۔ ہندوستان کی حکومت الگ، پاکستان کی حکومت الگ' اورامریکہ کی حکومت الگ' برطانیہ کی حکومت الگ' اور ہر حکومت میں کسی انسان کو بادشاہ یا صدر بنا کرحکومت کرنے کا اختیار دیا جاتا ہے اوراس ملک میں

اسی کا حکم چلتا ہے۔ اسی طرح کوئی بیوی بچوں پر حکومت کررہا ہے اور کوئی مختلف جانوروں پرحکومت کررہا ہے پھراللہ ہی اکیلا حاکم وقادر کیسے ہوا؟ جب کہ دیکھنے سے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے علاوہ یہ سب لوگ بھی مختلف انداز سے حکومت کررہے ہیں۔لیکن اللہ کی حکومت میں اورانسانوں کی حکومت میں زمین اورآسمان کا فرق ہے۔ اللہ کی حکومت سے انسان کی حکومت کا تقابل نہیں کیا جاسکتا۔انسان حکومت کے حاصل کرنے میں مجبور ومحتاج ہے، اللہ مجبور ومحتاج نہیں۔ انسان جب کسی ملک کا بادشاہ اور صدر بنتا ہے تو وہ اپنے آپ نہیں بنتا بلکہ دوسرے لوگوں کی مدد سے بنتا ہے۔ دوسرے لوگ اُسے اپنا بادشاہ یا صدر بناتے ہیں۔اللہ جواس کائنات پرحکومت کررہا ہے اُسکوکسی نے اِس کائنات کی حکومت نہیں دی اور نہ وہ کسی کی مدد سے اس کائنات کا شہنشاہ بنا بلکہ وہ اپنے آپ اس کائنات پر اکیلے شہنشاہ ہے اورحکومت کررہا ہے۔انسانی بادشاہ دولت ، وزیر، فوج اور ہتھیاروں کے بغیر حکومت نہیں کرسکتا، اللہ کو دولت' وزیر' فوج' اور ہتھیاروں کی ضرورت نہیں' وہ کسی کی مدد کے بغیر حکومت کررہا ہے' کائنات کیا ہے؟ سورج، چاند، ستارے، سیّاروں، ساتوں آسمان وزمین، ہوا، پانی، پہاڑ، انسان، جنات ،فرشتے، نباتات، جمادات، حیوانات، جنّت دوزخ وغیرہ وغیرہ کے مجموعے کا نام ہے۔ زمین اِس پھیلی ہوئی کائنات کے ذرّوں میں سے ایک ذرّہ ہے۔ انسان کی حکومت پوری کائنات پرتو کیا؟ پوری زمین پر بھی نہیں ہوتی۔ بلکہ زمین کے نسبتاً چھوٹے حصہ پر ہوتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی حکومت ایسی نہیں، اُسکی حکومت کائنات کے ذرّہ ذرّہ پر ہے۔

انسانی بادشاہ کی حکومت صرف مختصر وقفہ کیلئے ہوتی ہے، اگر بادشاہ بوڑھا ہوجائے بیمار ہوجائے، کمزور ہوجائے یا مرجائے تو دوسرا آدمی اسکی حکومت پر قبضہ کرلیتا ہے، اللہ کی حکومت ایسی نہیں۔اس کی حکومت کو زوال نہیں، وہ ہمیشہ سے حاکم ہے اور ہمیشہ حاکم رہے گا۔اسکی حکومت پر کوئی قبضہ نہیں کرسکتا، اسکے بوڑھا ہونے، بیمار ہونے، کمزور

ہونے یا مرجانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا اس جیسی طاقت کِسی کے پاس نہیں، انسانی بادشاہ کی مجبوری ومحتاجی کا یہ عالم ہوتا ہے کہ وہ اپنے عوام کے ہر فرد پر کنٹرول نہیں کرسکتا اور عوام کی ہر ضرورت کو پورا نہیں کرسکتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی بادشاہت کا یہ عالم ہے کہ وہ انسان ہی نہیں کائنات کے ذرّہ ذرّہ پر مکمل کنٹرول رکھتا ہے انسانی بادشاہ حکومت کے کام کر کے تھک جاتا اور اسکو نیند لینی پڑتی ہے۔ دنیا کے بادشاہ کی حکومت ہر چیز پر نہیں ہوتی مثلاً اگر کوئی زمین کے ایک ٹکڑے امریکہ کا صدر ہے اب سوچیئے امریکہ میں جتنے درخت ہیں، امریکہ کے صدر کی حکومت اُن درختوں پر نہیں ہوتی۔ اگر تمام پودے اور درخت پھول، پھل غلّہ اور اناج نہ دیں تو وہ صدر اُن درختوں کو حُکم دے تو کیا کوئی درخت اس صدر کا حکم سنے گا؟ اگر کوئی صدر ایسا حکم دے تو اسے پاگل خانہ بھیجنا چاہیے۔ اس لئے کہ درختوں پر کسی انسان کی حکومت نہیں چلتی۔ درختوں پر تو صرف اللہ ہی کی حکومت ہے وہ اللہ کے حکم سے غلہ، اناج، پھل اور پھول دیتے ہیں۔ اِسی طرح زمین سوکھ جائے اور تڑخ جائے اور غلہ اناج پیدا نہ کرے یا زلزلہ سے ہلنے لگے۔ اب اگر وہ صدر زمین کو حکم دے کہ زلزلہ مت لا ٹھہر جا، ہل مت یا غلہ اناج پیدا کر تو زمین پر اس کا حکم نہیں چلے گا اور نہ زمین اس کا حکم مانے گی۔ زمین پر تو صرف اللہ تعالیٰ کا حکم چلتا ہے وہ اللہ ہی کے حکم سے اناج غلہ اُگاتی اور اللہ ہی کے حکم سے زلزلہ لاتی اور ٹھہرتی ہے۔ اِسی طرح مان لو کہ اگر ہوا تیز رفتاری سے چلے آندھی اور طوفان لے آئے یا بہت گرمی پیدا کر دے تو اگر وہ صدر ہوا کو حکم دے کہ آہستہ چل آندھی اور طوفان مت لا، تو اس صدر کا حکم ہوا پر نہیں چلے گا اور نہ ہوا اس صدر کا حکم مانے گی۔ ہوا پر تو صرف اللہ کی حکومت ہے اور وہ اللہ ہی کے حکم سے چلتی ہے۔

فرض کرو کہ امریکہ پر گھنے بادل چھا جائیں مگر وہ نہ برسیں۔ اب اگر وہاں کا صدر اُن بادلوں کو حکم دے کہ اے بادلو! میرے حکم سے برسو تو بادلوں پر اس کا حکم نہیں چلے گا۔

بادلوں پر تو صرف اور صرف اللہ ہی کی حکومت ہے بادلوں کا برسنا اور نہ برسنا اللہ ہی کے حکم پر منحصر ہے۔ سورج اگر تیز ہو جائے، بہت گرمی پھینکنے لگے یا آٹھ دس روز تک نہ نکلے۔ اب اگر وہ صدر سورج کو حکم دے کہ اے سورج میں یہاں کا صدر ہوں تو فوراً ٹھنڈا ہو جا یا فوراً نکل آ، تو ایسے صدر کو پاگل کہیں گے۔ اس لئے کہ سورج پر اس کا حکم نہیں چلتا اور نہ سورج اس کا حکم سنتا ہے۔ صدر اپنی طاقت سے اس سورج کو نکال نہیں سکتا۔ سورج پر تو صرف اللہ تعالیٰ کی حکومت ہے وہ اللہ کے حکم سے نکلتا اور غروب ہوتا ہے اسی طرح اگر کوئی انسان یا جانور مر رہا ہو اور وہ صدر کسی فرشتے کو حکم دے کہ فلاں اِنسان کی رُوح ابھی قبض مت کرو، ابھی زندہ رہنے دو تو فرشتوں پر اس صدر کا حکم نہیں چلے گا، وہ اپنی طاقت سے کسی کو موت سے بچا نہیں سکتا۔ نہ فرشتے اُس کی بات پر عمل کرتے ہیں۔ فرشتوں پر تو اللہ تعالیٰ کی حکومت ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے سارے کام انجام دیتے ہیں۔ اِسی طرح گائے، بھینس، بکری اور مرغی دُودھ اور انڈے نہ دیں یا اونٹ اور ہاتھی اور گھوڑے کی طرح شیر اور ببر، چیتا، ریچھ کو وہ صدر حکم دے کہ میں یہاں کا صدر ہوں، تم تمام جانور دودھ اور انڈے دو اور شیر، ببر، چیتا کو بھی حکم دیتا ہوں کہ گھوڑے، اونٹ اور ہاتھی کی طرح سواری کا کام دیں تو ایسے صدر کو بے وقوف کہا جائے گا، شیر، ببر، اور چیتا تو انسانوں کو پھاڑ کر کھا جاتے ہیں۔ اس لئے کہ اُن پر کسی بھی اِنسان کا حکم نہیں چلتا۔ تمام جانور اللہ کے حکم سے اِنسانوں کو دودھ اور انڈے دیتے ہیں، سواری کرنا اور نہ کرنا بھی اللہ کے حکم پر موقوف ہے۔ اسلئے کہ اُن پر صرف اللہ ہی کی حکومت ہے۔ مزید غور کرو صدر کی مجبوری اور محتاجی کا یہ عالم ہے کہ اُسکے ہاتھ پیر گر جائیں، یا اُسکی آنکھوں کی روشنی چلی جائے یا اس کے کانوں کو سنائی نہ دے تو وہ اپنے ہاتھوں اور پیروں کو حرکت کرنے کیلئے اور آنکھوں کو دیکھنے اور کانوں کو سننے کے لئے مجبور نہیں کرسکتا اور نہ اس کا حکم اس کی آنکھوں، کانوں اور ہاتھوں پیروں پر چلتا ہے وہ ملک پر کیا حکومت کرتا خود اس کے

جسم پر اس کی حکومت نہیں ہوتی۔ اگر حلق بند ہو جائے تو ایک گھونٹ پانی اپنے جسم میں نہیں پہنچا سکتا اور پیشاب بند ہو جائے تو جو پانی اندر گیا ہے اُسے باہر نہیں نکال سکتا۔

اسی طرح دنیا کے ہر ملک کے بادشاہ اور صدر کا یہی حال ہے کہ وہ بس محتاج اور مجبور ہوتے ہیں، اُن کو یقین نہیں رہتا کہ کب اُن کی حکومت ختم ہو جائے گی، اگر اُن کے اطراف فوج، پولیس، یا حفاظتی دَستے نہ رہیں تو اُنکی حفاظت یا اُنکے ملک کی حفاظت خطرہ میں رہتی ہے، اُن کو ہر گھڑی خطرہ لگا رہتا ہے کہ کوئی انہیں قتل نہ کر ڈالے۔

دُنیا بننے سے لیکر آج تک زمین کے مختلف حصّوں پر مختلف لوگ بادشاہ رہے اور پھر اُنکی حکومتیں ختم ہو گئیں دُنیا کے مختلف حصّوں پر جو بھی ملک یا حکومت ہے یا جو بھی صدر اور بادشاہ ہے تو وہ کچھ وقت کیلئے یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ زمین، یہ پیڑ پودے، یہ سمندر، یہ پہاڑ، یہ دریا اور یہ بنگلے اور مکانات ہمارے ملک کا حصّہ ہیں۔ اور میں یہاں کا بادشاہ یا صدر ہوں مگر کوئی صدر، کوئی بادشاہ یا کوئی حکومت اور کوئی ملک یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ سورج ہمارے ملک کا حصّہ ہے۔ ہم اُس پر حکومت کرتے ہیں، یہ ہوا ہمارے ملک کا حصّہ ہے، ہم اُس پر حکومت کرتے ہیں، آسمان کا اتنا ٹکڑا ہمارے ملک کا حصّہ ہے ہم اس پر حکومت کرتے ہیں، چاند یا فلاں فلاں سیّارے ہمارے ملک کے حصّے ہیں ہم اُن پر حکومت کرتے ہیں فلاں فلاں پرندے ہمارے ملک کی ملکیت ہیں اسلئے دوسرے پرندے یہاں نہ آئیں یا فلاں فلاں بادل ہمارے ملک کا حصہ ہیں وہ دوسرے ملکوں میں جا کر نہ برسیں، یہ کوئی نہیں کہتا اور نہ یہ چیزیں کسی حکومت کے زیر اثر ہوتی ہیں، صرف چند چیزیں ہیں جن پر انسان حکومت کرتا ہے وہ بھی اللہ کی ہیں اور اُن پر بھی حقیقی حکومت اللہ ہی کی ہے۔ اور اُن چیزوں کو اللہ ہی نے انسانوں کے قبضہ میں دیا ہے۔ انسان نہ اُنکو بناتا ہے اور نہ پیدا کرتا ہے۔ اسلئے صرف قبضہ ہونے پر بادشاہ یا حاکم سمجھنا عقلمندی نہیں، حقیقی حاکم اور شہنشاہ تو صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے، ہر چیز پر اُسی کی حکومت

ہے، وہی اکیلا کائنات کے ذرہ ذرہ پر قادر ہے، وہ اگر چاہے تو زمین کو ہلا دے، وہ اگر چاہے تو ہوا کو تیز چلا دے، وہ اگر چاہے تو سورج کو بے نور کر دے، وہ اگر چاہے تو انڈے سے مرغی نکالے اور مرغی سے انڈا نکالے، وہ اگر چاہے تو بادل کو برسنے سے روک دے، وہ اگر چاہے تو پھلوں میں کیڑا پیدا کر دے، وہ اگر چاہے تو وزنی وزنی جہاز روئی کی طرح پانی پر چلا دے یا ہوا میں چڑیا کی طرح اڑا دے وہ اگر چاہے تو موسیٰؑ کی لکڑی کو اژدھا بنا دے وہ اگر چاہے تو موسیٰؑ کی قوم بنی اسرائیل کو پانی میں راستہ بنا کر چلا دے، وہ اگر چاہے تو حضرت ابراہیمؑ کیلئے آگ کو ٹھنڈا بنا دے، وہ اگر چاہے تو حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ میں بغیر ہضم کرائے زندہ رکھ دے۔ وہ اگر چاہے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ آسمان پر اٹھا لے، وہ اگر چاہے تو حضرت اسماعیلؑ کے گلے پر چھری کو کند کر دے وہ اگر چاہے تو حضور ﷺ کو راتوں رات منٹوں میں آسمان کی سیر کرا کر پھر واپس لا دے۔ غرض یہ کہ وہ ہر چیز پر ہر طرح سے قادر ہے۔ اور حکومت اُسی کی چلتی ہے۔ اسلئے یہ کہنا بھی واقع کہ مطابق ہے کہ ”نہیں کوئی حاکم اور قادر سوائے اللہ تعالیٰ کے۔“

اللہ تعالیٰ ہی ساری کائنات کا اکیلا مالک ہے

لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ (البقرہ:۲۸۴) آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سب اللہ کا ہے **وَتَبٰرَكَ الَّذِی لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا** (الزخرف آیت:۸۵) اور بڑی برکت والا ہے وہ جسکی بادشاہی ہے آسمانوں اور زمین میں اور جو کچھ اُن کے درمیان ہے۔ اس تشریح سے یہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ کائنات کا بنانے اور پیدا کرنے والا، کائنات کی پرورش کرنے والا، کائنات پر حاکم وقادر اکیلا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ **اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ** (الاعراف ۵۴) اُسی کی تخلیق ہے اور اُسی کا حکم ہے، بڑا ابابرکت والا ہے اللہ سارے جہانوں کا مالک و پروردگار اسلئے وہی اکیلا مالک کائنات ہے یعنی **لَا مَالِكَ اِلَّا اللّٰهُ** نہیں ہے کوئی مالک سوائے اللہ تعالیٰ کے۔ بس کائنات کا ذرّہ ذرّہ اللہ تعالیٰ ہی کی ملکیت ہے

کلمہ طیبہ کو سمجھنے کیلئے مالک کائنات کی بڑائی کو یاد رکھنا ضروری ہے

اَللّٰـهُ نُورُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرضِ (النور ۳۵) اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔ **لیس کمثله شی** (الشوریٰ ۱۱) کوئی چیز اس کے مشابہ نہیں۔ (الحدید ۱-۳) اللہ کی تسبیح بیان کر رہی ہے ہر وہ چیز جو آسمانوں اور زمین میں ہے اور وہی زبردست دانا ہے' آسمانوں اور زمین کی سلطنت کا مالک وہی ہے زندگی بخشتا ہے اور موت طاری کرتا ہے اور ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ وہی اوّل بھی ہے اور آخر بھی' اور ظاہر بھی ہے اور مخفی بھی۔ اور وہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔ اور سورہ (الحشر ۲۲-۲۴) میں ارشاد باری تعالیٰ ہے اور وہ اللہ ہی ہے جسکے سوا کوئی معبود نہیں' غائب اور ظاہر ہر چیز کا جاننے والا' وہی رحمٰن اور رحیم ہے وہ اللہ ہی ہے جسکے سوا کوئی معبود نہیں وہ بادشاہ ہے نہایت مقدس سراسر سلامتی امن دینے والا' نگہبان سب پر غالب اپنا حکم بزور نافذ کرنے والا اور بڑا ہی رہنے والا۔ اللہ اس شرک سے پاک ہے جو لوگ کر رہے ہیں' وہ اللہ ہی ہے جو تخلیق کا منصوبہ بنانے والا ہے اور اسکو نافذ کرنے والا اور اسکے مطابق صورت گری کرنے والا ہے۔ اس کیلئے بہترین نام ہیں' ہر چیز جو آسمانوں اور زمین میں ہے اسکی تسبیح کر رہی ہے اور وہ زبردست حکیم ہے۔

☜ اسکی بادشاہت' تخلیق اور ربوبیت اور خدائی میں کوئی شریک نہیں۔ وہ یکتا اور تنہا ہے۔ وہ ہر قسم کے عیب' نقص اور زوال سے پاک ہے' سب اُس کے محتاج ہیں وہ کسی کا محتاج نہیں' وہ ہر قسم کے شرک سے پاک ہے اور اسباب کی محتاجی سے پاک ہے۔

☜ وہ بے انتہا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے' اسکی رحمت ہر چیز پر چھائی ہوئی ہے' اسکی رحمت سے مایوس ہونا کافروں' مشرکوں اور گمراہوں کا کام ہے۔ اسکی پکڑ بڑی سخت ہے

☜ وہ بے حیائی اور بے شرمی کا حکم نہیں دیتا اور نہ بے حیائی اور بے شرمی کو قطعی پسند کرتا ہے وہ پاک اور حیا والا ہے اپنے بندوں کو بھی پاکی اور حیا کی تعلیم دیتا ہے۔

☜ وہ حد سے گذرنے والوں کو اور غرور' تکبر' اور گھمنڈ کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا' اُنکو ذلیل اور بےعزت کرتا ہے۔

وہ رگ جاں سے بھی زیادہ قریب ہے ہر پکارنے والے کی پکار سنتا ہے۔ اس سے کچھ بھی نہیں چھپایا جا سکتا کوئی چیز اس سے چھپی ہوئی نہیں ہے وہ دلوں کے چھپے ہوئے راز تک

جانتا ہے۔ کل کون کیا کرنے والا ہے' اور آئندہ کیا کرنے والا ہے سب کچھ وہ جانتا ہے اسکی قدرت سے باہر کوئی چیز جا نہیں سکتی' کائنات کا ذرّہ ذرّہ اسکی قدرت میں ہے اسکے علم میں ہے وہ تمام مخلوقات کے حال سے باخبر ہے۔ ہر چیز کی تقدیر اُسی کے ہاتھ میں ہے۔

☜ اُسکو نہ تھکان ہوتی ہے اور نہ نیند اور اونگھ آتی ہے اُسکو نہ غذا کی ضرورت ہے اور نہ سانس لینے کی ضرورت ہے۔ وہ کسی سے رزق نہیں مانگتا بلکہ تمام مخلوقات کو وہی رزق دینے والا ہے اُس کیلئے نزدیک اور دُوری کا سوال ہی نہیں اس کیلئے ماضی' حال' مستقبل سب عیاں ہیں۔

☜ اسکا نہ کوئی بیٹا ہے اور نہ وہ کسی کا بیٹا ہے، وہ ہر قسم کے رشتے ناطوں سے پاک ہے۔ وہ اپنے وعدوں میں سچا ہے۔ اس سے بڑھ کر کوئی اپنے وعدوں کو پورا کرنے والا نہیں۔ اسکی بندگی اور غلامی کرنے والا نامراد نہیں ہوتا اور اس کی بندگی اور غلامی سے منہ موڑنے والا کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔

کلمہ طیبہ کو سمجھنے کیلئے مالک کائنات کے اختیارات کو بھی ذہن نشین رکھنا ہوگا

اِنَّ رَبَّکَ فَعَّالٌ لِمَا یُرِیدُ (سورۂ ہود ۱۰۷) بے شک تمہارا رب جو چاہتا ہے پورے طور پر کر سکتا ہے

☜ جو ذات مالک ہوتی ہے اسے ہر قسم کا اختیار حاصل رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ چوں کہ پوری کائنات کا اکیلا مالک ہے اسلئے وہ ہر قسم کے اختیارات رکھتا ہے۔ اور تمام اختیارات اسکے ذاتی ہیں، کسی نے اُسکو دیئے نہیں۔ کوئی اس سے نہ بڑا ہے اور نہ اختیار رکھنے والا ہے اور نہ حکمراں ہے اور نہ حساب لینے والا ہے۔ وہی سب سے بڑا ہے، سب پر اختیار رکھنے والا ہے، اور سب پر حکمراں ہے اور سب کا حساب لینے والا ہے۔ اس جیسی طاقت وقدرت کسی میں نہیں، نہ اس جیسا کوئی پہلے تھا اور نہ اب ہے اور نہ آئندہ ہوگا۔ اسکی مثال کوئی بھی نہیں۔

☜ کائنات کی مخلوقات میں جو کچھ بھی اختیارات نظر آتے ہیں وہ انکے ذاتی نہیں اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ ہیں بغیر اللہ تعالیٰ کی مرضی ومنشا کے وہ کچھ بھی نہیں کر سکتیں۔ اسلئے اُن

کے اختیارات ناقص اور محدود ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے اختیارات کامل اور لامحدود ہیں اللہ تعالیٰ کے تمام اختیارات بیان کرنا ہمارے بس کی بات نہیں، صرف چند اختیارات بیان کیئے جائیں گے تاکہ کلمہ طیبہ کا شعور حاصل ہو جائے۔

☜ اللہ تعالیٰ جسے چاہے زندگی دے سکتا ہے اور جسے چاہے موت دے سکتا ہے، موت کے بعد دوبارہ زندہ کرنے کا اختیار اُسی کو حاصل ہے، مردہ جسم کے منتشر ذرّات چاہے مٹی میں ہوں یا پانی میں یا راکھ میں وہ اسکے علم میں ہوتے ہیں وہ انسان کے مرنے کے بعد جب دوبارہ زندہ کرے گا تو انسان کے انگلیوں کے جوڑ جوڑ تک دوبارہ بنانے پر قادر ہے۔

☜ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے بغیر کوئی نعمت کسی کو نہیں مل سکتی۔ وہ جسے چاہے نفع دے سکتا ہے اور جسے چاہے نقصان دے سکتا ہے۔ نفع ونقصان کا مالک وہ اکیلا ہے۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہے خوشی دے سکتا ہے، جسے چاہے غم دے سکتا ہے، ہنسانا اور رُلانا اُسی کے اختیار میں ہے

☜ اللہ تعالیٰ جسے چاہے عزت دے سکتا ہے اور جسے چاہے ذلیل کر سکتا ہے۔ وہ جب کسی کو عزت دینا چاہے تو کوئی روک نہیں سکتا اور کسی کو ذلیل کرنا چاہے تو کوئی بچا نہیں سکتا۔

☜ اللہ تعالیٰ جسے چاہے شفاء دے سکتا ہے اور جسے چاہے بیمار رکھ سکتا ہے۔ وہی اکیلا شافی الامراض ہے۔ کسی دوا اور ڈاکٹر میں اسکی مرضی کے بغیر شفاء دینے کی طاقت نہیں

☜ اور رزق کی تنگی اور کشادگی اُسی کے ہاتھ میں ہے۔ وہ جسے چاہے بے انتہا دولت دے سکتا ہے، اور جسے چاہے اس سے محروم رکھ سکتا ہے۔ اس کے نزدیک دولت کی کمی و زیادتی خوشنودی کا ذریعہ نہیں بلکہ امتحان کی وجہ سے ہے۔

☜ اللہ تعالیٰ اسباب کا محتاج نہیں وہ، اسباب کے ذریعہ بھی کوئی چیز بناتا ہے اور بغیر اسباب کے بھی بنا سکتا ہے، وہ کسی بھی چیز کو جب چاہے جیسا چاہے بنا سکتا ہے اور اُس سے جیسا چاہے کام لے سکتا ہے۔ اُس کی قدرت میں کوئی نقص اور مجبوری ہی نہیں وہ جو کچھ بناتا ہے بڑی حکمت اور منصوبہ کے تحت بناتا ہے، بیکار نہیں بناتا۔

☜ وہ جسے چاہے بیٹا دے سکتا ہے اور جسے چاہے بیٹی اور جسے چاہے دونوں سے محروم رکھ سکتا ہے کسی ڈاکٹر، بزرگ، دیوی دیوتا کے بس میں نہیں کہ وہ کسی کو اس کی خواہش کے مطابق بیٹا دے دے یا بیٹی یا اولاد۔

☜ وہ کسی پر ظلم نہیں کرتا اور جرم سے بڑھ کر سزا نہیں دیتا، وہ بُرے کو بُرائی کا بدلہ اور اچھے کو اچھائی کا بدلہ دیتا ہے۔ وہ سزا دینے میں بھی جلدی نہیں کرتا، مہلت پر مہلت دیئے جاتا ہے۔ وہ زبردست غلبہ رکھنے کے باوجود رحم کرتا ہے، وہ اپنے بندوں کے توبہ کرنے کو بہت پسند کرتا ہے، وہ بہت اور بار بار معاف کرنے والا ہے۔

☜ وہ جسے چاہے ہدایت دے کر سیدھا راستہ چلا سکتا ہے اور جسے چاہے گمراہ رکھ کر غلط راستہ پر ڈال سکتا ہے مگر وہ اِنسان کے ارادہ اور خواہش پر ہی یہ فیصلہ کرتا ہے۔

☜ وہ زندہ سے مردے کو نکالتا ہے اور مُردے سے زندے کو نکالتا ہے۔ اُسکی قدرت بڑی عجیب ہے۔ سورہ (آل عمران ۲۶-۲۷) میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہو خدایا! ملک کے مالک، تو جسے چاہتا ہے ملک عطا فرماتا ہے اور جس سے چاہتا ہے ملک چھین لیتا ہے اور جسکو چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جسکو چاہتا ہے ذلیل کرتا ہے، تیرے ہاتھ میں اختیار ہے۔ بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے۔ تو رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور مُردے سے زندے کو اور زندے سے مُردے کو نکالتا ہے اور جسکو چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے۔

کیا اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی دوسرا یہ تمام کام نہیں کر سکتا؟

ہاں! اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی بھی دوسرا یہ تمام کام نہیں کر سکتا، کسی میں یہ طاقت اور قدرت ہی نہیں۔

☜ اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں کسی کی کوئی تدبیر چل نہیں سکتی، وہ جسکے ساتھ ہو کوئی اسکا مقابلہ کر نہیں سکتا۔ اس سے بھاگ کر کوئی پناہ نہیں پا سکتا، اور نہ اسکے مقابلے میں کوئی پناہ دے سکتا ہے اور جو اسکی پناہ میں ہو اس کا کچھ بگاڑ نہیں سکتا، اس کی پکڑ سے کوئی کسی کو بچا بھی نہیں سکتا۔

☜ اسکی اِجازت کے بغیر کوئی کسی کی شفاعت نہیں کرسکتا' کائنات کی کوئی طاقت اسکے فیصلوں کو نافذ ہونے سے نہیں روک سکتی۔ پھر ایک بار یہ بات یاد رکھئے کہ کائنات کی مخلوقات میں جو بھی خوبی' کمال اور حسن ہے وہ اُنکا اپنا ذاتی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا عطیہ اور دین ہے' اسلئے وہ اللہ تعالیٰ کے حُکم' اِجازت اور منشا کے بغیر کچھ بھی نہیں کرسکتیں۔ سب کے سب اللہ تعالیٰ ہی کے محتاج ہی محتاج ہیں۔ ذرا غور کیجئے کائنات کا مالک کیسی قدرت اور خوبیوں والا ہے اور اس جیسا مالک کوئی دوسرا نہیں پھر کیسے اِنسان اس جیسے زبردست مالک کے مقابلے کائنات کی حقیر اور ناکارہ چیزوں کی غلامی کرتا ہے؟ اور اپنے مالک کے ساتھ بے وفائی کرتا ہے؟ ذرا غور کیجئے جو چیزیں خود مجبور و محتاج ہوں' اُنکی غلامی اور بندگی کیسے کی جاسکتی ہے؟ کلمہ طیبہ اِنسانوں کو مخلوقات کی غلامی و بندگی سے دُور رکھتا ہے

سورہ (بنی اسرائیل ۷۰۔۶۶) میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ تمہارا رب وہ ہے جو سمندر میں تمہاری کشتی چلاتا ہے تاکہ تم اس کا فضل تلاش کرو۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ تمہارے حال پر نہایت مہربان ہے۔ جب سمندر میں تم پر مصیبت آتی ہے تو اس ایک کے سوا دوسرے جن جن کو تم پکارا کرتے ہو وہ سب گم ہو جاتے ہیں' مگر جب وہ تم کو بچا کہ خشکی پر پہنچا دیتا ہے تو تم اس سے منہ موڑ جاتے ہو۔ انسان بڑا ناشکرا ہے اچھا تو کیا تم اس بات سے بالکل بے خوف ہو کہ خدا کبھی خشکی پر ہی تم کو زمین میں دھنسا دے' یا تم پر پتھراؤ کرنے والی آندھی بھیج دے اور تم کو اس سے بچانے والا کوئی حمایتی نہ پاؤ گے اور کیا تمہیں اس کا کوئی اندیشہ نہیں کہ خدا پھر کسی وقت سمندر میں تم کو لے جائے اور تمہاری ناشکری کے بدلے تم پر سخت طوفانی ہوا بھیج کر تمہیں غرق کردے اور تم کو ایسا کوئی نہ ملے جو اس سے تمہارے اس کا انجام کی پوچھ گچھ کرسکے۔

(سورہ القصص ۷۱۔۷۳) میں ارشاد فرماتا ہے اے نبیؐ اُن سے کہو' کبھی تم لوگوں نے غور کیا کہ اگر اللہ قیامت تک تم پر ہمیشہ رات رکھے تو اللہ کے سوا کون ہے جو تم کو روشنی لادے' تو کیا تم سنتے نہیں؟ اے نبی اُن سے کہو' کبھی تم لوگوں نے غور کیا کہ اگر اللہ قیامت تک ہمیشہ دن رکھے تو اللہ کے سوا کون خدا ہے جو تمہیں رات لادے جس میں تم آرام کرو' تو کیا تمہیں سوجھتا نہیں؟ اور اس نے اپنی مہربانی سے تمہارے لئے رات اور دِن بنائے کہ رات میں آرام کرو اور دِن میں اُسکا فضل ڈھونڈو' اور اس لئے کہ تم شکر گذار بنو

غلام کو اپنے مالک کے ساتھ کیسا تعلق رکھنا چاہیے؟

(النور ۴۱۔۴۲) میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ اللہ کی تسبیح کرتے ہیں وہ جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہیں اور پرندے پر پھیلائے سب نے جان رکھی ہے اپنی نماز اور اپنی تسبیح' اور اللہ اُنکے کاموں کو جانتا ہے اور اللہ ہی کیلئے ہے سلطنت آسمانوں اور زمین کی اور اللہ ہی کی طرف سب کو پلٹنا ہے۔

کائنات کا ذرّہ ذرّہ اللہ تعالیٰ ہی کا محتاج ہے۔ بغیر اللہ تعالیٰ کی مدد کے وہ باقی نہیں رہ سکتا۔ انسان اور جن کے سوا تمام کی تمام مخلوقات دِن رات اللہ تعالیٰ ہی کی غلامی و بندگی کررہی ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی دوسرے کی غلامی اور بندگی نہیں کرتیں اور ایک لمحہ کیلئے بھی اپنے مالک کی نافرمانی نہیں کرتیں۔

اِنسان اور جنّات بھی اللہ تعالیٰ ہی کے آگے مجبور و محتاج ہیں' اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر وہ زندہ نہیں رہ سکتے۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی دوسرا اُنکی مدد کر بھی نہیں سکتا۔ اسلئے اُنکو بھی چاہیے کہ وہ اپنی مرضی سے اللہ تعالیٰ ہی کی غلامی و بندگی کریں' اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی دوسرے کی غلامی و بندگی نہ کریں۔ غلام کو اپنے مالک کے ساتھ کیسا تعلق رکھنا چاہیے؟

☜ غلام کو چاہیے کہ اپنے مالک کے علاوہ کسی کو مالک نہ مانے'

☜ غلام کو چاہیے کہ اپنے مالک ہی کی تعظیم اور عزت کرے

☜ غلام کو چاہیے کہ اپنے مالک ہی سے محبت رکھے۔

☜ غلام کو چاہیے کہ اپنے مالک ہی کی بڑائی بیان کرے۔

☜ غلام کو چاہیے کہ ہر ضرورت میں اپنے مالک ہی سے مدد مانگے۔

☜ غلام کو چاہیے کہ ہر حالت میں اپنے مالک ہی کا وفادار بنا رہے' یعنی ہر حالت میں اطاعت و فرمانبرداری اور غلامی اپنے مالک ہی کی کرے اور حکم بجالائے۔

☜ دُنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ جب بچہ اپنے باپ ہی کو سب کچھ سمجھتا ہے تو تمام امیدیں اُسی سے وابستہ رکھتا ہے اور اُسی سے اپنی ضرورتوں کے پورا ہونے کا احساس رکھتا ہے'

اُسی کا ادب احترام، تعظیم ومحبت فرمانبرداری اور خدمت سب سے زیادہ کرتا ہے (مثال رہبری کیلئے ہے برابری کیلئے نہیں) وہ خاندان کے مختلف لوگوں کو اپنا باپ نہیں کہتا وہ دوسرے لوگوں سے اپنی ضرورتیں پوری کرنے کی درخواست نہیں کرتا۔

- حکومت کے دفاتر میں ڈپارٹمنٹ کا کمشنر یا ڈائرکٹر ہوتا ہے تو اُس کے نیچے کے تمام ماتحتین اُس کے حکموں پر دوڑتے ہیں، ہمیشہ اُن کی خوشنودی چاہتے ہیں اور ہر شخص چاہتا ہے کہ اُس کی خاص نظر اس پر رہے، ہر فرد چاہتا ہے کہ کمشنر اور ڈائرکٹر اس سے محبت کرے اور وہ اُس کا خاص آدمی بن جائے۔ حکم تو حکم اِشارہ پاتے ہی فوراً اطاعت و فرمانبرداری کیلئے دوڑتے ہیں، کسی بات سے انکار نہیں کرتے، اپنے سب کاموں کو چھوڑ کر اسکے حکموں کو پورا کرتے ہیں۔ دُنیا کے اندر معمولی، وقتی، ناقص اور محدود اختیارات رکھنے والوں کے ساتھ اِنسان کا یہ تعلق اور سُلوک ہو تو پھر ذرا غور کیجئے جو احکم الحاکمین ہے، جو کائنات کا حقیقی مالک ومختار کل ہے، جس کے اشارے پر سب کچھ ہوتا ہے، اُسکے ساتھ اِنسان اور جن کا تعلق کیسا ہونا چاہیے؟۔

جو حقیقی مالک ہوتا ہے وہی معبود ہوتا ہے دوسرا کوئی یہ مقام ومرتبہ نہیں پاسکتا۔

جب یہ بات ثابت ہوچکی ہیکہ کائنات کا حقیقی مالک اکیلا اللہ تعالیٰ ہے تو بس وہی ساری مخلوقات کا معبود حقیقی ہے، اُسکے علاوہ کوئی دوسرا معبود نہیں۔ نہ تھا، نہ ہے اور نہ ہوگا

اللہ تعالیٰ کے ساتھ اِنسان اور جِن کا تعلق کیسا ہو؟

- جب اللہ تعالیٰ ہی مالکِ حقیقی ہے تو انسان اور جن کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی دوسرے کو مالک ومعبود نہ بنائیں، مالک ہی کا ادب، احترام اور تعظیم بجالائیں
- مالک ہی سے سب سے زیادہ محبت کریں اور مالک کی محبت میں دوسروں سے محبت کریں۔

- اُٹھتے، بیٹھتے، چلتے، پھرتے، مالک ہی کی بڑائی، تعریف، حمد وثنا بیان کریں اس کے انعام پر شکر کریں اور مصیبت پر صبر کریں۔ ہر بات اور کام میں اُسی کی بڑائی اور تعریف کے ساتھ بات اور کام کریں۔
- مالک ہی کی اطاعت، عبادت، بندگی وغلامی کریں، مالک کے علاوہ کسی دوسرے سے مدد نہ مانگیں یعنی مالک ہی کے آگے سر جھکائیں اور مالک ہی کے سامنے ہاتھ پھیلائیں۔ مالک کی اطاعت کی خاطر دوسروں کی اطاعت کرے۔
- جب اللہ تعالیٰ ہی اکیلا ہمارا حقیقی مالک ہے تو پھر ہماری تمام تر توجہات کا مرکز اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہونا ضروری ہے تب ہی یہ کہنا صحیح ہوگا کہ ہم صرف اللہ تعالیٰ ہی کو معبود مانتے ہیں۔
- ہر قسم کے خوف اور اُمید میں اُسی سے لو لگانا، ہر قسم کے نفع ونقصان میں اُسی سے اُمید رکھنا اور ہر قسم کی حاجتوں اور ضرورتوں میں اُسی کی طرف رجوع ہونا، اُسے صحیح معنی میں مالک ومعبود ماننا ہے۔ مصیبتوں اور پریشانیوں میں اُسی سے پناہ مانگنا اور مخلوقات کو اصل نہ سمجھنا اللہ تعالیٰ ہی کو مالک ومعبود ماننا ہے۔
- انتہائی عاجزی وانکساری، تذلّل اور ذلت کے ساتھ اس کے سامنے سر جُھکا دینا اور پیشانی زمین پر رکھ دینا، اللہ تعالیٰ ہی کو مالک ومعبود ماننا ہے۔
- زندگی کے ہر شعبے میں اللہ تعالیٰ ہی کی اطاعت، بندگی وغلامی کرنا اللہ تعالیٰ ہی کو مالک ومعبود ماننا ہے۔
- گناہ کے کام میں نفس کی اطاعت سے اِنکار کرنا اللہ تعالیٰ ہی کو مالک ومعبود ماننا ہے
- انسانوں کے بنائے ہوئے قانون کو ناکارہ ناقص، اور غلط سمجھنا اور اللہ تعالیٰ کے قانون واحکام کو حقیقی اور صحیح ماننا دراصل اللہ تعالیٰ ہی کو مالک ومعبود ماننا ہے

☜ نیکیوں پر قائم رہنے اور گناہوں سے بچنے کیلئے اللہ تعالیٰ کی خاطر صبر کرنا اور ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا شکر بجالانا اللہ تعالیٰ ہی کو مالک و معبود ماننا ہے۔

☜ اللہ تعالیٰ کو حقیقی مالک و معبود ماننے والا' ہمیشہ اپنی زبان سے کہتا ہے کہ **اِن صَلَاتِی وَنُسُکِی وَ مُحیَاتِی وَمِمَاتِی لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلِمِین** ۔بے شک میری نماز' میرا حج اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ ہی کیلئے ہے جو سارے جہان کا پروردگار ہے۔ رسول ﷺ کا ارشاد ہے :۔ **مَنْ اَحَبَّ لِلّٰهِ وَاَبْغَضَ لِلّٰهِ وَاَعْطٰی لِلّٰهِ وَ مَنَعَ لِلّٰهِ فَقَد اسْتَکْمَلَ الْاِیمَانُ** ۔اُس شخص کا ایمان کامل و مکمل ہو گیا۔ جس نے اللہ کے واسطے محبت کی' اللہ کے واسطے دشمنی کی' اللہ کے واسطے دیا اور اللہ کے واسطے دینے سے روکا۔

☜ اس کے برعکس اگر اِنسان اللہ تعالیٰ کے علاوہ مخلوقات کو بھی اللہ تعالیٰ جیسا مان لے یا مخلوقات کو بھی عبادت و پرستش کے لائق سمجھے اور مخلوقات کو بھی نفع و نقصان کا مالک سمجھے اور مخلوقات سے بھی بننے اور بگڑنے کا یقین رکھے اور مخلوقات سے بھی مدد طلب کرے۔ جسطرح اللہ تعالیٰ سے کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر مخلوقات سے محبت کرے تو اگر کوئی شخص اسطرح سمجھے گا اور یقین کرے گا تو اسکا مطلب یہ ہو گا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کو اپنا مکمل اور مطلق مالک و معبود نہیں مانا ہے۔ ایسا ماننا کلمہ طیبہ کے بالکل خلاف ہو گا اور ایسے ماننے کو ایمان نہیں کہا جائے گا۔

دوسری قوموں میں اور مسلمانوں میں اللہ تعالیٰ کو معبود ماننے کا تصوّر کیا ہے؟

یہ انتہائی اہم سوال ہے' اِسے غور سے سمجھئے' اس سوال کے جواب کو ذہن میں رکھنے سے کلمہ طیبہ کی حقیقت آسانی سے سمجھ میں آسکتی ہے۔ دُنیا کی دوسری قومیں دُنیا کے ساتھ مذہب کا تصوّر ہی نہیں رکھتیں' وہ سمجھتی ہیں کہ دُنیا الگ چیز ہے اور مذہب الگ چیز۔ دُنیا کے کاروبار کرتے وقت مذہب پر عمل نہیں کیا جاسکتا اور نہ عبادت کی جاسکتی ہے۔ عبادت تو دُنیا کے کام دھندوں سے فارغ ہو کر خاص وقت اور خاص دن ہی میں

کی جاسکتی ہے دُنیا کے کاروبار کرتے وقت خدا سے لو نہیں لگائی جاسکتی۔ اُن کے نزدیک صرف پوجا اور مخصوص پرستش ہی کا نام عبادت ہے۔ اسلئے وہ کام دھندوں سے فارغ ہو کر ایک خاص وقت میں خاص قسم کی شکل و صورت اور لباس اختیار کر کے پوجا پاٹ اور چند مراسم ادا کر لینے کو عبادت سمجھتی ہیں۔ اُنکے نزدیک اپنے مالک کو معبود ماننے کا تصوّر بس اتنا ہی ہے کہ خاص اوقات میں خاص قسم کے چڑھاوے چڑھا دیئے جائیں اور کچھ دیر مالک کے نام کی مالا جپ لی جائے بس اِسی کا نام عبادت ہے۔ اور بعض کے نزدیک کسی خاص دن مرد اور عورتیں جمع ہو کر اجتماعی شکل میں مالک کے نام کا ترانہ پڑھ لیں اور اپنے پیشوا کے سامنے گناہوں کا اقرار کر لیں اور اپنی مقدس کتاب کی کچھ عبارتیں پڑھ لیں' بس اسی کا نام عبادت ہے۔ اِس طرح چند رسوم سے فارغ ہونے کے بعد بے لگام گھوڑوں اور اُونٹوں کی طرح زمین پر چرتے پھرتے ہیں' زندگی گذارنے میں حرام وحلال' پاک وناپاک' جائز وناجائز کی کوئی تمیز ہی نہیں رکھتے۔

مگر اسلام اپنے ماننے والوں کو مذہب کا یہ ناقص اور محدود تصوّر نہیں دیتا۔ اِسلام کی تعلیم یہ ہے کہ اِنسان نماز سے فارغ ہونے کے بعد دُنیا کے دوسرے تمام کام دھندے کرتے وقت بھی اللہ تعالیٰ کے احکام کی پابندی کرے اور اپنی زندگی کے تمام کاموں کو عبادت بنائے۔ اِسلام میں زندگی کے ہر قدم پر اللہ تعالیٰ کی اِطاعت وفرمانبرداری' غلامی و بندگی کرنے کا نام ہی عبادت ہے تب ہی اللہ تعالیٰ کو معبود ماننا صحیح اور مکمل ہو گا۔ نماز جیسی عظیم الشان عبادت ایمان والوں پر فرض کرنے کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ مسلمان زندگی کے ہر قدم پر اللہ تعالیٰ کی غلامی و بندگی اختیار کرنے کی مشق حاصل کرتا رہے۔ ۲۴ گھنٹے اللہ تعالیٰ کو نہ بھولے اور اُسکے ایمان میں تازگی ہوتی رہے۔ جس کی وجہ سے وہ ۲۴ گھنٹے اللہ تعالیٰ کی اِطاعت وفرمانبرداری کر سکے اور کلمہ طیّبہ کے تقاضوں پر عمل کر کے اللہ تعالیٰ ہی کو معبود ماننے کا عملی ثبوت پیش کرتا رہے۔

اگر اِسلام کے نزدیک عبادت کا یہ تصوّر ہوتا کہ صرف مسجد کی حد تک نماز ادا کر لی جائے اور سال میں ایک مرتبہ روزہ رکھ لیا جائے تو اِس طرح کی عبادت سے کسی کو بھی کوئی اعتراض نہ ہوتا' نہ کوئی پیغمبروں سے ٹکراتا اور نہ اِسلامی دعوت کی راہ میں روڑے اٹکاتا۔ اس کی واضح مثال موجودہ زمانے میں بعض غیر مسلم علاقوں میں نظر آتی ہے کہ وہاں مسلمانوں کو صرف نماز پڑھ لینے' روزہ رکھ لینے اور مسلمانوں جیسا نام رکھ لینے اور ختنہ کروا لینے اور مرنے کے بعد دفن کرنے کی اِجازت ہے' باقی معاملات میں مسلمان اسلام کے کسی حکم پر نہیں چل سکتے اور وہاں کی حکومتیں مسلمانوں کو ان کی مخصوص عبادت کرنے سے نہیں روکتی۔ اسلام اگر معبود کے لفظ کے ساتھ صرف محدود عبادت کا تصوّر دیتا تو کسی کو کوئی اعتراض' بحث اور مخالفت نہ ہوتی' کوئی اختلاف نہ کرتا۔ فرعون' ابوجہل اور ابولہب بھی خاموش رہتے۔ اگر اس معنیٰ میں توحید فی العبادت کی دعوت ہر پیغمبر دیتا تو اس میں کسی کو کچھ بھی اعتراض نہ ہوتا۔ چونکہ ایک ملک میں کئی مذاہب کے لوگ رہتے ہی ہیں اور وہاں کی حکومت ہر ایک کو اپنے اپنے طریقے پر مخصوص عبادت کی اِجازت دینے کو کچھ بُرا نہیں سمجھتی' اِسلئے اجازت دے دیتی ہے۔

مگر اِسلام معبود کا یہ تصور دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی اطاعت' بندگی اور غلامی کے لائق ہے اللہ تعالیٰ کے علاوہ غیر اللہ کی اطاعت' بندگی اور غلامی نہیں کی جا سکتی' عبادت اور بندگی کا تصوّر اسلام میں محدود نہیں ہے بلکہ وسیع ہے۔ عربی زبان میں اطاعت و فرمانبرداری اور پرستش دونوں کو عبادت ہی کہتے ہیں۔ اس لحاظ سے دونوں معنی عبادت ہی کے مفہوم میں داخل ہیں۔ انبیاء علیھم السلام اِنسانوں کو یَاقَوۡمِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ مَالَكُمۡ مِنۡ اِلٰـهٍ غَيۡرُهٗ (المومنون:۲۳پ۱۸) ''میری قوم والو! صرف اللہ ہی کی عبادت کرو' اُس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں'' کہہ کر خالص اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرنے کی دعوت دیتے تھے اور غیر اللہ کی عبادت سے روکتے تھے۔ اس دعوت کا یہ مطلب نہیں تھا کہ اے لوگو! تم دیوی دیوتاؤں

اور دوسری مخلوقات کی پوجا پاٹ اور پرستش کو چھوڑ کر صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو' لیکن زندگی کے باقی کاروبار میں اطاعت و فرمانبرداری' غلامی و بندگی جس کی چاہو کرتے رہو' بلکہ وہ اِنسانوں کو عبادت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی کامل اور مکمل بندگی اور غلامی کی دعوت دیتے تھے' یعنی وہ اِنسانوں کو اللہ تعالیٰ کا خالص پرستار بھی بنانا چاہتے تھے اور مکمل اطاعت گذار اور مطیع و فرمانبردار بھی بننے کی تعلیم دیتے تھے' وہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ ہر چیز کی غلامی و اطاعت کو بندگی اور عبادت قرار دیتے تھے اور شرک بتلاتے تھے۔

قرآنِ مجید میں اِنسانوں کی زندگی کا مقصد یہ بتلایا گیا ہے: وَمَا خَلَقۡتُ الۡجِنَّ وَ الۡاِنۡسَ اِلَّا لِيَعۡبُدُوۡنِ (الذاریات:۵۶) جن اور اِنسانوں کو میں نے اپنی عبادت کیلئے پیدا کیا۔ اسکا صاف مطلب یہ ہے کہ اِنسان اور جن اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسروں کی بندگی و غلامی اور اطاعت و فرمانبرداری نہیں کر سکتے۔ وہ دوسروں کی غلامی اور بندگی کیلئے پیدا نہیں کئے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اِنسانوں کا اکیلا خالق' رب اور حاکم و قادر ہونے کے ناطے مالک حقیقی ہے۔ اسلئے اِنسانوں پر یہ لازم ہے کہ وہ اپنے مالک حقیقی ہی کی عبادت کریں اور عبادت میں یہ تین چیزیں جب تک ادا نہیں کی جائیں گی۔ وہ مکمل اور خالص عبادت نہیں کہلائے گی' ناقص اور نامکمل رہے گی۔

(۱) چوں کہ اللہ تعالیٰ ہی خالق ہے اسلئے اُسی کی غلامی و بندگی کرنا انسانوں اور جنوں پر پہلا فرض ہے اُس کے مقابلے نفس کی یا غیر اللہ کی غلامی و بندگی کرنا شرک ہے'

(۲) چونکہ اللہ تعالیٰ ہی رب ہے اسلئے اُسی کا شکر بجالایا جائے گا اور اُسی سے مدد طلب کی جائیگی اور اُسی کی حمد و ثنا بیان کرتے ہوئے اُسی کی تعظیم بجالائی جائے گی' یہ اُن پر دوسرا فرض ہے۔ اِس کے علاوہ دوسروں کا شکر بجالانے کے لئے پوجا پاٹ اور پرستش کرنا اور غیروں سے مدد طلب کرنا شرک ہے۔

(۳) چونکہ اللہ تعالیٰ ہی حاکم و قادر ہے۔ اسلئے اسی کے احکام و قانون کی پابندی کرنا

اور اسی کے قانون کو اپنی زندگی میں نافذ کرنا یہ تیسرا فرض ہے۔ اسکے برعکس اللہ تعالیٰ کے قانون کے مقابلہ اگر جان بوجھ کر شوق کے ساتھ اپنی یا اپنے جیسے اِنسانوں کے بنائے ہوئے قانون کی پابندی کی جائے تو یہ بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک ہے۔

اِنسان کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ جب اللہ تعالیٰ کا بندہ اور غلام ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کی زمین پر رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کی نعمتیں استعمال کرتا ہے اور سر سے پیر تک اُسی کا محتاج ہی محتاج ہے تو پھر وہ غیر اللہ کی غلامی و بندگی کرے۔ اُس کیلئے غیر اللہ کی غلامی و بندگی کرنا کیسے دُرست و جائز ہے؟ ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا کہ مالک کا کھائے اور غیر مالک کا فرمانبردار رہے۔ یہاں یہ بات بھی ذہن میں آسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ جب پوری کائنات کا مالک ہے' تو صرف اِنسانوں اور جنوں ہی سے عبادت کا مطالبہ کیوں کیا جارہا ہے؟ دوسری مخلوقات سے عبادت کا مطالبہ کیوں نہیں کیا جارہا ہے؟ اسلئے معبود کے مفہوم کو سمجھنے کیلئے اسکو بھی ذہن نشین کرنا ضروری ہے کہ اِسکی اصل وجہ یہ ہیکہ پوری کائنات میں اِنسان اور جن ہی ایسی مخلوق ہیں جن کو امتحان کی خاطر اختیار و آزادی دی گئی ہے' فرمانبرداری اور نافرمانی کی قوت دی گئی ہے' نیکی اور گناہ کی طاقت دی گئی ہیکہ اگر اِنسان اور جن چاہیں تو اپنی مرضی اور پسند سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری کرسکتے ہیں اور اگر چاہیں تو اپنے نفس کی یا غیر اللہ کی اطاعت و فرمانبرداری بھی کرسکتے ہیں' دوسری مخلوقات کو یہ آزادی و اختیار نہیں۔ وہ ہر لمحہ اور ہر گھڑی اللہ تعالیٰ ہی کی اطاعت و فرمانبرداری کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی عبادت کررہی ہیں۔ وہ کبھی نافرمانی نہیں کرتیں' چنانچہ انبیاء علیہم السلام نے آکر یٰقَومِ اعبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُم مِن اِلٰہٍ غَیرُہٗ (میری قوم والو! صرف اللہ ہی کی عبادت کرو' اُسکے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں) کہہ کر اِنسانوں کو اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرنے کی دعوت دی اور یہ دعوت مکمل اطاعت و فرمانبرداری کی دعوت تھی اور اللہ تعالیٰ کو مطلق اور حقیقی معبود ماننے کی دعوت تھی' اُنکی دعوت یہ نہیں تھی کہ عبادات میں تم اللہ تعالیٰ

کی غلامی و بندگی کرلو اور زندگی کے دوسرے معمولات میں جسکی چاہو غلامی کرلو۔ اِسلئے ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا کہ حالت نماز میں تو اِنسان اللہ تعالیٰ کی عبادت کرکے اللہ تعالیٰ ہی کو اپنا معبود مانے' مگر مسجد سے باہر عدالت' پارلیمنٹ' حکومت' سیاست' معاملات' معاشرت' اور اخلاقیات' تجارت' نکاح' دوستی' دشمنی' پیدائش اور موت میں غیر اللہ کی اطاعت و فرمانبرداری کرے اور اِسطرح کلمہ طیبہ کے تقاضوں کے خلاف زندگی گذار کر اللہ تعالیٰ کو معبود ماننے کا غیر شعوری طور پر انکار کرے' اسلام قطعی یہ نہیں چاہتا کہ اِنسان اللہ کی بندگی کے ساتھ ساتھ بتوں کی' اسباب کی' نفس کی' شیطان کی' اور انسانوں کی بندگی غلامی اور عبادت کرے۔

انبیاء علیہم السلام اور انکی پیروی کرنے والے مصلحین سے دنیوی حکومتوں اور بادشاہوں کے تصادم کی اصل وجہ یہی رہی کہ انہوں نے اپنی اپنی حکومتوں، سرداروں اور پیشواؤں اور عام انسانوں کو اللہ تعالیٰ کی مکمل اور مطلق حاکمیت و مالکیت کو تسلیم کرنے کی دعوت ان الفاظ میں دی یٰقَومِ اعبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُم مِن اِلٰہٍ غَیرُہٗ (میری قوم والو! صرف اللہ ہی کی عبادت کرو، اسکے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں) یعنی اپنے آپ کو یا غیر اللہ کو معبود مت بناؤ اور یہ کہ غیر اللہ کی اطاعت چھوڑ کر اللہ واحد کی اطاعت کرو۔

اسلام صرف نماز پڑھنے ہی کو عبادت نہیں کہتا، بلکہ نماز کو تمام عبادتوں میں سب سے بڑی عبادت کہتا ہے، مگر نماز کے ساتھ ساتھ انسان کو زندگی کے ہر شعبے میں اللہ تعالیٰ کی کی بندگی و غلامی اختیار کرکے اللہ تعالیٰ کو مکمّل طور پر معبود ماننے کی تعلیم دیتا ہے اور انسان کا ایسا ماننا اپنے مالک کو صحیح معنیٰ میں معبود ماننا ہوگا، خوب اچھی طرح یاد رکھو کہ عبادت صرف نماز پڑھنے اور پرستش کرنے ہی کا نام نہیں بلکہ مکمل اطاعت، بندگی اور غلامی کرنے کا نام اسلام میں عبادت ہے۔

قرآن مجید شیطان کی اطاعت وغلامی سے روک کر خالص اللہ تعالیٰ کی عبدیت و بندگی اختیار کرنے کی دعوت دیتا ہے

قرآن مجید میں **لَا تَعْبُدُوا الشَّیْطٰن** (یٰسٓ آیت ۶۰) فرمایا گیا کہ شیطان کی عبادت مت کرو۔ غور کیجئے شیطان کو تو اس معنی میں کوئی بھی معبود نہیں بناتا کہ اسکے آگے مراسم پرستش ادا کرتا ہو اور اُسکے نام کی مالا جپتا ہو اور اسکو مشکل کشا، حاجت روا سمجھ کر اس سے دعائیں مانگتا ہو، اُسے معبود ماننے اور معبود بنانے کی صورت یہ ہے کہ انسان اپنے نفس کی رسّی شیطان کے ہاتھ میں دے دے اور راسکا مطیع وفرمانبردار بن کر جدھر جدھر وہ لے چلے اُدھر اُدھر وہ چلتا رہے، اور اسطرح چلے کہ گویا انسان اُسی کا بندہ اور غلام ہے۔

قرآن مجید نفس کی اطاعت وغلامی سے روک کر خالص اللہ تعالیٰ کی عبدیت وبندگی کو اختیار کرنے کی دعوت دیتا ہے

بہت سے لوگ نفس کے بندے بن کر نفس کی غلامی اور اطاعت کرتے ہیں، قرآن نے نفس کا بندہ اور غلام بننے سے انسان کو روکا ہے، ارشاد فرمایا: **اَرَأَیۡتَ مَنِ اتَّخَذَ الٰهه هواه (الفرقان)** کیا تم نے اسکو دیکھا جس نے اپنی خواہشاتِ نفس کو اپنا معبود بنالیا؟ بہت سے لوگ اپنے نفس کو خدا بنالیتے ہیں۔ ظاہر بات ہے کہ انسان نفس کی کوئی تصویر یا مورتی بنا کر اسکے سامنے تو نہیں جھکتا اور نہ سجدہ ورکوع کرتا ہے۔ بلکہ نفس کی اندھی اطاعت و غلامی کرتا ہے' اسکی جائز وناجائز ہر خواہش کو پورا کرتا ہے، جیسے کہ وہ اُسی کا بندہ اور غلام ہے، اسی کو نفس کو خدا ماننا کہا جاتا ہے۔

قرآن مجید باپ دادا کی اندھی وگمراہ تقلید سے روک کر خالص اللہ تعالیٰ کی عبدیت وبندگی اختیار کرنے کی دعوت دیتا ہے

قرآن مجید میں بار بار مشرکوں کی باپ دادا کی اندھی وگمراہ تقلید کا ذکر کیا گیا اور اُن کو خالص اللہ تعالیٰ کی عبدیت وبندگی اختیار کرنے کی دعوت دی گئی۔ انسانوں کی گمراہی اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک اور نافرمانی کا ایک بہت بڑا سبب باپ دادا کی اندھی تقلید

بھی ہے' انسان باپ دادا کی اندھی تقلید میں خدا کا اِنکار کرتے اور خدا سے دور رہتے اور رسم ورواج اختیار کر کے اس کی نافرمانی اور بغاوت کرتے ہیں۔ مشرکان مکہ باپ دادا کی اندھی تقلید میں پیغمبر کی دعوت کو قبول نہیں کرتے تھے۔ اور پچھلی قوموں نے بھی محض باپ دادا کی اندھی تقلید میں پیغمبروں کا انکار کیا۔

انبیاء کو قتل کیئے جانے کی اصل وجہ عوام کو غیر اللہ کی بندگی اور غلامی سے روکنا تھا

انبیاء کے قتل کیئے جانے کی اصل وجہ عوام کو غیر اللہ کی بندگی وغلامی سے روک کر خالص اللہ تعالیٰ کی بندگی وغلامی کو اختیار کرنے کی دعوت دینا تھا۔ قرآن مجید انبیاء کے قتل کیئے جانے کا تذکرہ کرتا ہے' انبیاء علیہم السلام بادشاہوں کی گدی اور کرسی پر قبضہ کر کے ان کو حکومت سے بے دخل کرنے کی کوشش نہیں کرتے تھے۔ بلکہ اسکی اصل وجہ یہ تھی کہ انبیاء علیہ السلام عوام کو بادشاہوں اور حکمرانوں کے مقابلہ اللہ تعالیٰ کی بڑائی کی تعلیم دیتے اور اُن کی بندگی وغلامی سے نکال کر اللہ تعالیٰ کی عبدیت و بندگی کو اختیار کرنے کی دعوت دیتے تھے چنانچہ فرعون کے جادوگروں نے فرعون کے مقابلہ اللہ تعالیٰ کو بڑا مانا اور فرعون کی بندگی وغلامی کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی بندگی وغلامی کو اختیار کرنے کا اعلان کیا اسلئے وہ قتل کر دیئے گئے۔ انسانی تاریخ یہ بتلاتی ہے کہ مختلف زمانوں میں عوام نے اپنے اپنے حکمرانوں اور بادشاہوں کو خدا کا درجہ دیا اور اُن سے ویسی ہی محبت' ڈر اور خوف رکھتے جیسا خدا سے رکھنا چاہیے اور ادب وتعظیم ویسے ہی کرتے جیسا خدا کی کرنی چاہیے اور اُنکی غلامی واطاعت میں دوسروں کی اطاعت وفرمانبرداری اختیار کرتے تھے جبکہ انبیائے کرام کی دعوت یہ تھی کہ 'تمہارا جینا' مرنا' تمہاری دوستی ودشمنی سب کچھ خدا کی خاطر ہونی چاہیے۔ اور تم غیر اللہ کے قانون اور حکم کے مقابلے خدا کا قانون اور حکم پر زندگی گذارو۔ اصحاب

اُخدود کومحض اسلئے جلا دیا گیا کہ وہ بادشاہ کے مقابلے اللہ تعالیٰ کی عبدیت و بندگی اور غلامی کو اختیار کرنے کا اعلان کیئے تھے۔ روئے زمین کے مجازی حکمرانوں اور اللہ تعالیٰ کا انکار کرنے والوں نے ہمیشہ اپنے آپ کو مختار مطلق مانا، وہ اپنی سیاست، اپنے بنائے ہوئے قانون میں معبود حقیقی کو داخل ہونے دینا نہیں چاہتے تھے جسکی وجہ سے انہوں نے انبیاء علیہم السلام اور انکے ساتھیوں کا قتل کیا، انکی دعوت وتبلیغ کو بند کرنا چاہا اور ہمیشہ مخالفت کرتے رہے۔ اگر پیغمبر صرف نماز پڑھنے اور روزہ رکھنے کی دعوت دیتے تو قتل نہیں کیئے جاتے، حکمرانوں سے ان کا کوئی ٹکراؤ نہیں ہوتا۔

اکثر مسلمانوں میں بھی عبدیت و بندگی کا محدود و ناقص تصوّر ہے۔

آج بھی اللہ کو معبود ماننے کا تصوّر بہت ہی محدود معنیٰ میں سمجھا جاتا ہے اور لوگ یہ تصوّر رکھتے ہیں کہ معبود سے مراد وہ ذات ہے جسکے آگے صرف نذر و نیاز چڑھائی جائے، پوجا پاٹ کیا جائے اور پرستش کے مراسم ادا کیئے جائیں، جن جن علاقوں اور زمانوں میں مسلمان جب بھی دینی تربیت سے دور ہوئے اور انہیں کلمہ طیبہ کا صحیح شعور نہیں دیا گیا تو ان مسلمانوں میں بھی اللہ تعالیٰ کو معبود ماننے کا تصوّر مسجد کی حد تک ہی محدود رہا جیسا کہ آج بھی ہے۔ اور مسلمان سیاست، حکومت اور معاشرت میں یہود و نصاریٰ کی یا ہنود کی یا نفسانی خواہشات کی پیروی و غلامی کرتے ہوئے زندگی گذارے اور گذار رہے ہیں جب کہ معبود ماننے کی صحیح حقیقت یہ ہے کہ مکمل اور خالص اللہ تعالیٰ ہی کی بندگی و غلامی کی جائے جس طرح حضورؐ کے صحابہ کرامؓ نے کی۔

قرآن مجید بادشاہوں اور حکمرانوں کو اپنی خدائی چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی عبدیت و بندگی اختیار کرنے کی دعوت دیتا ہے

معبود ماننے کی صحیح حقیقت کو اس سے بھی سمجھئے کہ فرعون نے کہا تھا کہ **اَنَـا رَبُّکُمُ**

الاَعلٰی میں ہی سب سے بڑا رب ہوں، میرے سوا کوئی الٰہ نہیں، اس نے اپنے بارے میں خالق ہونے کا دعویٰ نہیں کیا تھا بلکہ اس نے **اَنَـا رَبُّکُمُ الاَعلٰی** کہکر مالک مطلق اور حاکم مطلق ہونے کا دعویٰ کیا تھا، وہ یہ سمجھتا تھا کہ سرزمین مصر کا میں ہی مالک و حاکم ہوں، سلطنت مصر میری ذاتی ملکیت ہے، مصر کی سرزمین کا میں ہی اکیلا مختار کل ہوں۔

چنانچہ قرآن نے اُسکے خیالات اور فکر کو انسانوں کے سامنے پیش کرنے کیلئے اس کی فکر کو یوں بیان کیا:۔ ''ایک روز فرعون نے اپنی قوم کے درمیان پکار کر کہا' لوگو! کیا مصر کی بادشاہی اور یہ نہریں جو میرے نیچے بہہ رہی ہیں' میری نہیں ہے۔ کیا تم لوگوں کو نظر نہیں آتا؟ میں بہتر ہوں یا یہ شخص جو ذلیل و حقیر ہے اور اپنی بات کھول کر بیان نہیں کرسکتا۔'' (الزخرف: ۵۱-۵۲) وہ سمجھتا تھا کہ میری زمین اور میری سلطنت میں موسیٰ کے اللہ کی حاکمیت اور مالکیت نہیں چل سکتی حضرت موسیٰؑ کی دعوت یہ تھی کہ یہ اللہ تعالیٰ کی سرزمین ہے، تو اللہ کا بندہ اور غلام ہے، اللہ نے تجھے سلطنت عطا فرمائی۔ اب تو اس سلطنت میں اللہ تعالیٰ کی وفاداری کرتے ہوئے اللہ کی زمین پر اللہ کے احکام و قانون کو نافذ کر کے اللہ کی بندگی و غلامی کر اور اللہ تعالیٰ کی حاکمیت و مالکیت کو مان۔ اپنے احکام و قانون کو زمین پر نافذ نہ کر۔ اللہ کے بندوں پر اپنی خدائی مت چلا۔ جب اُس نے اِنکار کیا تو حضرت موسیٰ کی یہ بھی دعوت تھی کہ بنی اسرائیل فرعون کی غلامی سے آزاد ہوجائیں اور آزادی کی فضاء میں گذر بسر کریں تاکہ وہ خالص اللہ تعالیٰ کے احکام و قانون کی اطاعت و فرمانبرداری کر کے اللہ تعالیٰ کی بندگی و غلامی کریں نہ کہ فرعون کی۔

فرعون کا دعویٰ یہ تھا کہ مصر کی سرزمین پر اور اسکی حکومت و مملکت میں اطاعت و فرمانبرداری اور غلامی صرف اُسی کی ہوگی، اسلئے وہ بنی اسرائیل کو اجازت نہیں دیتا تھا کہ دوسرے کے احکام و قوانین کی پابندی اختیار کریں۔ اس سے ثابت ہوا کہ صرف پوجا پاٹ کا نام عبادات نہیں، بلکہ زندگی کے تمام کاروبار میں اللہ تعالیٰ کی مکمل بندگی اور

غلامی کی جائے تب ہی اللہ تعالیٰ کو معبود ماننا صحیح ہوگا۔ اگر اِس اطاعت وفرمانبرداری میں کچھ کمی یا بھول ہو جائے تو اللہ تعالیٰ سے معافی مانگی جائے' کوئی بھی اگر اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کو حاکم و برتر نہ مانے اور اپنے آپکو اُسکا بندہ اور غلام نہ سمجھے تو وہ اللہ کو معبود نہیں مان رہا ہے **'لا الٰہ الا اللہ** اس حقیقت کا اعتراف ہے کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کی اطاعت وفرمانبرداری اور غلامی و بندگی نہیں کی جاسکتی اسلئے ہر ایمان والے کے دل کی پکار اور تڑپ یہ ہونی ضروری ہے۔

اِنَّ صَلَاتِی وَنُسُکِی وَ مُحیَایَ وَمَمَاتِی لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِین (الانعام :) ترجمہ: بے شک میری نماز، میرا حج اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ ہی کہ لئے ہے جو سارے جہاں کا پروردگار ہے۔ سورہ (المؤمنون ۸۴۔۸۹) میں اراشاد باری تعالیٰ ہے کہ آپ (جواب میں) کہد یجئے کہ (اچھا یہ بتلاؤ کہ) یہ زمین اور جو اس پر رہتے ہیں یہ کس کے ہیں اگر تم کو کچھ خبر ہے وہ ضرور یہی کہیں گے کے اللہ کے ہیں، (تو) اُن سے کہیئے کہ پھر کیوں نہیں غور کرتے ؟ (اور) آپ یہ بھی کہیئے کہ (اچھا یہ بتلاؤ کہ) اِن سات آسمانوں کا مالک اور عالی شان عرش کا مالک کون ہے؟ (اسکا بھی) وہ ضرور یہی جواب دیں گے کہ یہ بھی (سب) اللہ کا ہے۔ (اس وقت) آپ کہیئے کہ پھر تم (اس سے) کیوں نہیں ڈرتے۔ آپ (ان سے) یہ بھی کہیئے کہ (اچھا) وہ کون ہے جس کے ہاتھ میں تمام چیزوں کا اختیار ہے اور وہ پناہ دیتا ہے اور اسکے مقابلہ میں کوئی کسی کو پناہ نہیں دے سکتا، اگر تم کو کچھ خبر ہے (تب بھی جواب میں) وہ ضرور یہی کہیں گے کہ یہ سب صفتیں بھی اللہ ہی کی ہیں۔ (آپؐ اس وقت) کہیئے کہ پھر تم کو کیسا خبط ہو رہا ہے۔ (الفاطر ۳) میں ارشاد ہے کہ۔ لوگو! تم پر اللہ کے جو احسانات ہیں، انہیں یاد رکھو، کیا اللہ کے سوا کوئی اور خالق بھی ہے جو تمہیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے؟ کوئی معبود اس کے سوا نہیں، آخر تم کہاں سے دھوکا کھا رہے ہو

کلمہ طیبہ میں اللہ تعالیٰ ہی کو اکیلا معبود ماننے کا مطالبہ کیوں کیا گیا؟

کلمہ طیبہ میں اللہ تعالیٰ ہی کو اکیلا معبود ماننے کا مطالبہ اسلئے کیا گیا کہ انسان کو جب صحیح علم نہیں ملتا اور اسکی صحیح تربیت نہیں ہوتی تو وہ غلط فکر غلط علم اور غلط خیالات کی وجہ سے گمراہی اور جہالت کا شکار ہو جاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ کائنات میں سینکڑوں چیزوں کو اپنا معبود بنالیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے مقابلے انکی غلامی، بندگی اور عبادت کرتا ہے اسلئے کلمہ طیبہ میں سب سے پہلے اللہ ہی کو اپنا معبود مطلق ماننے کی تعلیم دی گئی ہے۔

انسان اللہ تعالیٰ کے علاوہ مخلوقات کی کس طرح بندگی، غلامی اور عبادت کرتا ہے؟

انسان اللہ تعالیٰ کے علاوہ کائنات کی سینکڑوں چیزوں سے بھی بننے، بگڑنے اور نفع نقصان کا تصوّر قائم کر کے ان کی عبادت، بندگی اور غلامی کرتا ہے۔ مخلوقات میں بھی اللہ تعالیٰ جیسی خوبیاں اور کمالات مانتا ہے۔ مخلوقات کو بھی حاجت روا اور مشکل کشا سمجھ کر ان سے دعائیں مانگتا ہے اور مخلوقات سے ویسا ہی ڈرتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہئے اور ان سے ویسی ہی محبت کرتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ سے کرنی چاہئے اور انکی ویسی ہی اطاعت کرتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کی کرنی چاہئے اس طرح وہ ان کو اپنا معبود بنالیتا ہے، حقیقت میں اللہ تعالیٰ کو مالک مطلق نہیں مانتا، اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں مخلوقات کی بندگی اور غلامی کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے بہت دور رہتا ہے۔

غیر مسلمین اللہ تعالیٰ کو برائے نام مالک مانتے ہیں حقیقت میں وہ اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے غیر اللہ کی غلامی اور بندگی کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے بجائے غیر اللہ کو پکارتے اور غیر اللہ کی دُہائی دیتے ہیں وہ نذرانے اور چڑھاوے بھی غیر اللہ پر چڑھاتے ہیں، منتیں و مرادیں بھی غیر اللہ سے مانگتے، پرستش اور عبادت بھی غیر اللہ کی کرتے، ضابطے اور قانون بھی غیر اللہ کے اختیار کر کے زندگی گذارتے ہیں، جہالت کے رسم و رواج کو خدا کی اطاعت و عبادت کا حصہ سمجھتے ہیں اسلئے اسلام سب سے پہلے اللہ تعالیٰ ہی کو مطلق معبود ماننے کی تعلیم دیتا ہے تا کہ انسان زندگی کے ہر شعبے میں اللہ تعالیٰ کا مطیع وفرمانبردار بنا رہے۔

قرآن مجید انسانوں کو بت پرستی سے رُوک کر اللہ کی عبدیت و بندگی کی دعوت دیتا ہے

قرآن نے جگہ جگہ انسانوں کو بت پرستی سے روکا اور حضرت ابراہیمؑ کے واقع میں

بتوں کی بے بسی، بے حسی، مجبوری ومحتاجی کی حقیقت کو سمجھا کر بت پرستوں کی عقلوں کو لاجواب کیا اور اللہ کو اپنا معبود حقیقی ماننے کی دعوت دی۔ اسکے علاوہ قرآن صرف بت پرستی ہی سے بچنے کو اللہ کی بندگی قرار نہیں دیتا۔ بلکہ انسانوں میں سے اسباب ومخلوقات کی محبت واہمیت کو نکال کر اللہ کی عظمت ومحبت کو بیٹھانا چاہتا ہے اور ہر کام خالص اللہ تعالیٰ کیلئے کرنے کی تعلیم دیتا ہے چنانچہ بت پرستی کی مخالفت کے ساتھ ساتھ قوم پرستی، وطن پرستی، آبا واجداد پرستی، نفس پرستی، شخصیت پرستی، دولت پرستی، یہاں تک کہ توہم پرستی اور وہم پرستی سے روک کر خالص اللہ تعالیٰ کی عبدیت وبندگی اختیار کرنے کی تعلیم دیتا ہے، اور ان تمام چیزوں میں یہاں تک کہ اہل وعیال اور بیوی بچوں سے بھی اللہ کی خاطر محبت کرنے اور اللہ کی خاطر اطاعت کرنے اور اللہ کی خاطر دشمنی کرنے کو اللہ کی عبدیت وبندگی قرار دیتا ہے۔

اسلام کے علاوہ دنیا کی دوسری قومیں جس طرح اللہ تعالیٰ کو مانتی ہیں کیا وہ ماننا ماننا نہیں؟

دنیا میں مختلف قومیں اور مختلف مذاہب مختلف انداز سے کسی نہ کسی طرح خدا کے قائل ہیں، مگر انہوں نے ساتھ ساتھ سینکڑوں چیزوں کو اپنا معبود بنالیا ہے، لیکن انکو اپنی گمراہی کا احساس ہی نہیں۔ وہ بڑے مطمئن زندگی گذارتے ہیں، لیکن قرآن کہتا ہیکہ انسانوں کا اسطرح خدا کو ماننا درحقیقت خدا کو ماننا نہیں۔ جو شخص خدا کا تو قائل ہو لیکن اسکی صفات کا صحیح تصوّر اسکے سامنے نہ ہو تو اسکا خدا کو ماننا دراصل انکار کے مترادف ہوگا، کیوں کہ خدا پر ایمان اُس شخص کا تسلیم کیا جائے گا جو خدائے واحد کا اسکی تمام صفات کے ساتھ قائل ہو۔ اللہ تعالیٰ کی جو صفات قرآن کریم نے بیان کی ہیں، ان سب کو ماننا ضروری ہے۔ اور اللہ تعالیٰ پر ویسے ہی ایمان لانا ضروری ہے جسطرح حضرت محمد ﷺ نے ایمان لانے کی دعوت دی ہے تب ہی اللہ تعالیٰ کو ماننا صحیح معنی میں ماننا ہے۔

قرآن مجید میں یٰاَیُّھَا الَّذِینَ اٰمَنُوا اٰمِنُوا (اے ایمان والو ایمان لاؤ) سورہ النساء ۳۵ کے الفاظ سے تاکید کی گئی ہے، اِس سے کیا مراد ہے؟

یَا اَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اٰمِنُوا سے مراد بھی یہی ہے کہ ایک مسلمان سب سے پہلے تقلیدی ایمان کی جگہ شعوری ایمان لائے اور کلمہ طیبہ کو سمجھ کر شعور کے ساتھ پڑھے، اور اللہ تعالیٰ ہی کو اپنا معبود مان لے، مسلمان ماں باپ کے گھر پیدا ہونے کے باوجود اگر ایک مسلمان بغیر سمجھے بے شعوری کے ساتھ کلمہ پڑھے گا تو کلمہ پڑھنے کے باوجود اللہ تعالیٰ کو نہ پہچانے گا اور نہ اللہ تعالیٰ سے صحیح واقف رہے گا۔ اس کی اصلاح نہیں ہوگی اور وہ ایمان کا دعویٰ کرنے کے باوجود غلط عقیدہ، غلط روش اور نافرمانی پر ہی باقی رہے گا، کلمہ طیبہ کی وجہ سے انسان کو صحیح علم ملتا ہے اور صحیح علم ملنے سے اس کے عقائد صحیح ہوجاتے ہیں اور عقائد صحیح ہوجائیں تو اس سے عمل بھی صحیح نکلنا شروع ہوجاتا ہے۔

دنیا میں جب ایک درخت کا رس پی لیا جاتا ہے جس کو سیندھی (تاڑی) کہتے ہیں تو انسان کی حالت ہی بدل جاتی ہے، اس کے خیالات بدل جاتے ہیں، زبان کی گفتار بدل جاتی ہے، چال بدل جاتی ہے۔ جب ایک ناپاک اور مادّی چیز کا یہ اثر ہے کہ پوری حالت ہی بدل جاتی ہے تو سوچو کہ معنوی اور پاکیزہ چیز کا کتنا اثر ہونا چاہئیے۔

کلمہ طیبہ ایک پاک کلمہ ہے، اس کو پڑھنے کے بعد تو انسان کی کیفیت ہی تبدیل ہوجانا چاہئے۔ اگر کسی کی حالت نہیں بدل رہی ہے تو اسکے صاف معنی ہیں کہ کلمہ طیبہ دل میں نہیں اترا۔ صرف زبان تک ہی محدود ہے، حلق سے نیچے نہیں اترا، چنانچہ یہی وجہ ہے کہ اکثر مسلمان کلمہ پڑھ کر بھی دنیا کی دوسری قوموں کی طرح شرک اور فسق وفجور میں مبتلا ہیں اور غیر مسلموں کی طرح غیر اللہ کی بندگی اور غلامی کر رہے ہیں۔ اسلئے قرآن مجید میں نسلی اعتبار سے پیدا ہونے والے مسلمانوں سے کہا جارہا ہے کہ وہ باقاعدہ

شعوری طور پر ایمان لائیں، اور یہ ایمان کلمہ طیبہ کو سمجھ کر پڑھنے سے حاصل ہوگا، کلمہ طیبہ کا شعور جتنا کم رہے گا ایک انسان کی توحید اتنی ہی ناقص اور ادھوری رہیگی ۔ اور وہ اُسی حساب سے شرک کا شکار ہو جائیگا جسکو کلمہ طیبہ کا شعور جتنا زیادہ اور اچھا رہیگا اسکی توحید اتنی ہی کامل اور مضبوط ہوگی اور شرک سے اتنا ہی دور رہیگا۔

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ط قُلْ لَم تُئومِنُوا وَلٰكِن قُولُوْ اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْ خُلِ الْاِيْمَانُ فِى قُلُوبِكُم ط وَاِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَا يَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَيْئًا ط اِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌرَّحِيمٌ ۔ اِنَّمَا الْمُئومِنُونَ الَّذِيْنَ اٰمَنُو بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرتَابُوْا وَجَاهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ فِى سَبِيلِ اللّٰهِ اُوْلَئِيكَ هُمّ الصَّادِقُونْ۔ (الحجرات ۱۴-۱۵)۔

’’یہ دیہاتی کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے، آپؐ فرمادیجئے کہ تم ایمان تو نہیں لائے لیکن یوں کہو کہ ہم (مخالفت چھوڑ کر) مطیع ہوگئے اور ابھی تک ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا، اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول کا کہنا مان لو تو اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال میں ذرا بھی کمی نہیں کریگا، بیشک اللہ بخشنے والا، مہربان ہے۔ پورے مؤمن وہ ہیں جو اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لائے پھر شک نہیں کیا اور اپنے مال اور جان سے خدا کے راستے میں جہاد کیا، یہی لوگ سچّے ہیں۔‘‘

موجودہ زمانے میں بھی اکثر مسلمانوں کو دیکھنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کلمہ طیبہ ابھی ان کے حلق سے نیچے نہیں اترا۔ وہ صرف زبان سے ایمان کے دعویدار ہیں ان کو چاہئے کہ وہ کلمہ طیبہ کو دل میں اتاریں اور باشعور مسلمان بنیں۔

اکیلے اللہ تعالیٰ ہی کو مالک ماننے سے کیا فائدہ ہے؟ اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسروں کو بھی مالک ماننے سے کیا نقصان ہے؟

اکیلے اللہ تعالیٰ ہی کو حقیقی مالک کائنات ماننے سے انسان کی تمام تر توجّہات کا مرکز اللہ تعالیٰ ہی ہو جاتا ہے، اس سے انسان کی کیفیت وحالت ہی بدل جاتی ہے۔ وہ ہر کام اللہ کی خاطر اور اللہ تعالیٰ کی محبت میں کرتا ہے، وہ کائنات کی کسی مخلوق سے نہیں ڈرتا،

ہر قسم کی امید اور خوف اللہ تعالیٰ ہی سے قائم کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کو حاجت روا اور مشکل کشا مانتا ہے، مشکلات اور پریشانیوں میں اُسی کو پکارتا ہے اور اسی سے مدد مانگتا ہے، اسکے احسانات وانعامات کو یاد کر کے اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے اسی کا ذکر کرتا ہے اور بار بار اسی کا شکر بجالاتا ہے۔ اسطرح وہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی دوسرے کو معبود نہیں مانتا۔

اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسروں کو بھی مالک سمجھنے سے انسان کی توجّہات بٹ جاتی ہیں۔

☜ اگر کوئی شخص غیر اللہ کو بھی کچھ مالک واختیار والا سمجھے گا تو ظاہر بات ہے کہ غیر اللہ کو بھی حاجت روا اور مشکل کشا سمجھے گا، غیر اللہ سے بھی بننے اور بگڑنے کا تصوّر قائم کریگا، اُسکو خوش کرنے کیلئے نذرانے اور چڑھاوے چڑھائے گا اور اس سے مدد طلب کریگا، اور عبادت کے مراسم ادا کریگا اور اس سے بھی ویسا ہی ڈرے گا جیسا اللہ تعالیٰ سے ڈرنا ہے اور اس سے ویسی ہی محبت کرے گا جیسا اللہ تعالیٰ سے کرنا ہے۔ یہی شرک ہے۔

انسان اللہ تعالیٰ کی ملکیت کے ساتھ کسطرح غیر اللہ کی ملکیت کا دعویٰ کرتا ہے؟

دُنیا انسانوں کیلئے امتحان اور آزمائش کی جگہ ہے۔

کلمہ طیبہ کا شعور حاصل کرنے کیلئے سب سے پہلے یہ بات خوب اچھی طرح یاد رکھنی ہوگی کہ دنیا انسانوں اور جنوں کیلئے امتحان اور آزمائش کی جگہ ہے، اس امتحان گاہ میں انسان کی اپنی ذاتی کوئی چیز یا کسی اور مخلوق کی اپنی ذاتی کوئی بھی چیز نہیں ہے، انسان اور دوسری تمام مخلوقات سراپا فقیر ہی فقیر ہیں محتاج ہی محتاج ہیں، مجبور ہی مجبور ہیں، انسان یا

دوسری مخلوقات کے پاس جو کچھ بھی ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کا عطیہ اور دَین ہے۔ انسان کو تمام چیزیں امتحان اور آزمائش کے لئے مختصر مدت کے لئے دی گئی ہیں اور کائنات کی تمام چیزیں بھی تقریباً انسانوں کے لئے رکھی گئی ہیں، جو ایک خاص وقت اور مدّت تک انسان کے ساتھ رہتی ہیں، جب انسان کے امتحان کا وقت ختم ہو جاتا ہے تو مالک کائنات انہیں واپس لے لیتا ہے۔

جب یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ کائنات کے ذرّہ ذرّہ کا مالک اکیلا اللہ تعالیٰ ہے اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی دوسرا مالک نہیں تو اللہ تعالیٰ کی ملکیت کو اپنی ملکیت یا دوسری مخلوقات کی ملکیت سمجھنا دراصل کلمہ طیبہ کے بالکل خلاف بات ہے اور یہ شرک ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ کی مالکیت کے ساتھ ساتھ اپنی یا دوسری مخلوقات کی بھی مالکیت کا دعویٰ کرنا ہے جو سراسر شرک کہلائے گا۔ امانت کو اپنا مال سمجھنا بے وقوفی اور بے ایمانی ہے۔ دنیا میں ہزاروں لاکھوں انسان اس حقیقت کو نہ سمجھنے کی وجہ سے شرک اور کفر میں مبتلا ہو گئے۔

انسان کی سب سے بڑی کمزوری اور نادانی

جب انسان کی تربیت نہیں ہوتی اور وہ کلمہ طیبہ کا صحیح شعور حاصل نہیں کرتا تو اس میں یہ سب سے بڑی کمزوری پیدا ہو جاتی ہے کہ اس کا ہاتھ جن جن چیزوں تک پہنچ سکتا ہے اور جو جو چیزیں اس کے قبضہ میں آ سکتی ہیں، اُن سب کا وہ مطلق مالک اور حاکم ہونے کا دعویٰ کر دیتا ہے، حالاں کہ ان چیزوں کو وہ نہ بناتا اور نہ پیدا کرتا ہے اور نہ ان کی پرورش کر سکتا ہے اور نہ ان پر پورا پورا اختیار و قدرت رکھتا ہے پھر بھی اپنے آپ کو مطلق مالک اور مطلق حاکم سمجھتا ہے اور جو جو چیزیں اس کے قبضہ میں نہیں آ سکتیں، ان کے تعلق سے مجبور و محتاج بنا رہتا ہے ان کو وہ صرف خالص اللہ تعالیٰ کی ملکیت کہتا اور سمجھتا ہے، ان پر کبھی اپنے مالک ہونے کا دعویٰ نہیں کرتا۔ مثلاً آسمانوں، سورج، چاند،

ستاروں، سیاروں، ہواؤں، بادلوں، ہواؤں میں اڑنے والے ہزاروں پرندوں، زمین میں رہنے والے کیڑے مکوڑوں اور چیونٹیوں، سمندروں کی تہہ میں رہنے والے جانوروں وغیرہ ان تمام چیزوں کو وہ خالص اللہ تعالیٰ کی چیز اور ملکیت سمجھتا ہے اور ان کا مطلق مالک و حاکم اللہ تعالیٰ ہی کو مانتا ہے۔

کسی انسان نے بھی دنیا بننے سے لیکر آج تک یہ دعویٰ نہیں کیا کہ میں یا میرا ملک سورج کے اتنے حصے کا مالک ہے، میں چاند کے فلاں حصے کا مالک ہوں (آجکل کوشش کی جارہی ہے کہ چاند پر قبضہ جمایا جائے اسکے بعد ملکیت کیلئے جنگ ہوگی) کسی نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ میں فلاں ہوا یا اتنے ہزار پونڈ ہوا کا مالک ہوں یا فلاں فلاں ابر ہمارے ملک کے پانی سے بنا ہے، اس لئے ہم اسکے مالک ہیں۔ یا اتنے ہزار گز آسمان میری ملکیت ہے، اگر کوئی ان چیزوں کا اپنے آپ کو مالک کہے تو وہ پاگل اور بے وقوف کہلائے گا۔

جتنی چیزیں اللہ تعالیٰ نے انسان کو دی ہیں یا اس کے اطراف رکھی ہیں انسان ان کا بھی مالک نہیں، اور اگر انسان ان چیزوں پر مالک ہونے کا دعویٰ کرے تو وہ دعویٰ بھی جھوٹ اور غلط ہوگا۔ اس لئے کہ انکا بھی حقیقی مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اور وہ چیزیں دنیا بننے سے لیکر آج تک مختلف انسانوں میں منتقل ہوتی چلی آرہی ہیں۔

تمام مخلوقات میں زمین پر انسان کا مقام خلیفہ کا ہے

انسان کو اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کے درمیان خلیفہ کا عہدہ اور مقام عطا فرمایا، خلیفہ مالک نہیں ہوتا اور اگر وہ اپنی ملکیت اور حاکمیت کا دعویٰ کرے تو یہ غداری اور بے ایمانی کہلائے گی، خلیفہ مالک کا تابع اور فرمانبردار ہوتا ہے۔ اُسکے اختیارات ذاتی نہیں ہوتے بلکہ مالک کے عطا کردہ ہوتے ہیں، وہ اپنے منشا کے مطابق کام کرنے کا حق نہیں رکھتا بلکہ اس کا کام مالک کے منشاء کو پورا کرنا ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے وہ اپنے آپ کو غلام اور نوکر سمجھتا ہے اور

مالک ہی کو اصل سمجھتا ہے۔ اسلئے نہ وہ اپنے جسم اور جسمانی اعضاء پر حاکمیت چلاسکتا ہے اور نہ دُنیا کی چیزوں پر حاکمیت چلاسکتا ہے' اس پر یہ ذمہ داری ہے کہ وہ خوشی خوشی اپنے جسم اور جسمانی اعضاء پر' دُنیا کی تمام چیزوں پر اللہ تعالیٰ کی حاکمیت قائم کرے' اور اپنے آپکو اور دُنیا کی چیزوں کو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق استعمال کرے اور مکمل طور پر یہ ظاہر کرے کہ وہ اپنے خالق و مالک ہی کو معبودِ حقیقی مانتا ہے' اس کے سوا کسی اور کو نہیں۔

اگر وہ خود اپنے آپ کو مالک سمجھ بیٹھے اور چیزوں کو اپنی مرضی اور پسند پر استعمال کرنے لگے یا اپنے مالک کے ساتھ ساتھ غیر اللہ کو بھی مالک مان کر غیر اللہ کے منشاء اور احکام کی پیروی اور تعمیل کرنے لگے تو یہ سب غداری اور بغاوت کے افعال ہوں گے اور مالک کو مکمل طور پر معبود ماننا نہ ہوگا۔

دُنیا کی چیزوں پر اِنسان کی اصل حیثیت خزانچی' مینجر اور سفیر کی ہے

اسکو اِن مثالوں سے سمجھئے:۔ پہلی مثال:۔ دُنیا کی اِس امتحان گاہ میں جتنی چیزیں انسان کو دی گئی ہیں' اِنسان کی اصل حیثیت اُن چیزوں پر مینجر' خزانچی یا سفیر کی سی ہے' جسطرح ایک مسافر اپنے سفر پر رات گذارنے کیلئے ہوٹل میں یا سرائے میں اپنے مختصر قیام کیلئے کمرہ لیتا ہے اور مدّت ختم ہوتے ہی اُسکو خالی کر کے اپنے آگے کے سفر پر چلا جاتا ہے۔ اُسی طرح اِنسان کی زندگی دُنیا میں ایک مسافر کی طرح ہے' وہ ہوٹل کے کمرہ کو اپنی اصلی ملک نہیں سمجھتا اور نہ اپنے آپ کو کمرہ کا مالک سمجھتا ہے' اگر اپنے آپکو مالک سمجھے تو اِسی کا نام بے ایمانی اور ناجائز قبضہ ہوگا۔ بخاری کی حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جسکا مفہوم یہ ہے کہ تم دُنیا میں اِسطرح رہو گویا کہ ایک مسافر'' ترمذی کی حدیث میں ارشاد ہے'' دُنیا میں میری مثال ایسی ہے جسطرح سوار کہ ایک درخت کے نیچے کھڑا ہو گیا۔ پھر چل دیا''

دوسری مثال:۔ اگر کوئی شخص آپ کو اپنی ضرورت پوری کرنے کیلئے موٹر سیکل یا موٹر

دے تو آپ موٹر سیکل کو استعمال کرتے وقت اپنے آپکو نہ مالک سمجھتے اور نہ مالک کہتے ہیں' پھر سفر مکمل ہو جانے کے بعد مالک اپنی موٹر سیکل آپ سے واپس لے لیتا ہے اور واپس لیتے وقت گاڑی کی پوری حالت کو بھی چیک کرتا ہے۔

تیسری مثال :۔ اسطرح اگر کسی انسان کو حکومت کی طرف سے خزانے کا یا کسی محکمہ کا ذمہ دار بنایا جائے تو وہ شخص خزانے پر بیٹھ کر یا اقتدار کی کرسی پر بیٹھ کر اپنے آپکو مالک نہیں سمجھتا اور نہ مالک کہتا ہے۔ اگر کوئی ایسا سمجھے اور کہے تو وہ غدّار اور باغی ہوگا۔ خزانے اور اقتدار کی کرسی پر بیٹھنے والے کا فرض ہے کہ وہ تمام چیزوں اور اپنے اختیار کو حکومت کی مرضی کے مطابق استعمال کرے ورنہ حکومت کی طرف سے اُسکی پوچھ ہوگی اور غلطی کرنے پر سزا دی جائے گی۔

چوتھی مثال :۔ حکومت کا ہر سفیر اپنی حکومت کا فرمانبردار ہوتا ہے' وہ حکومت کے ہر حکم پر خود بھی عمل کرتا اور عوام کو بھی احکام کا پابند بناتا ہے اور حکومت کے منشا و مقصد کو پورا کر کے اپنی وفاداری کا ثبوت دیتا ہے۔ وہ ہرگز ایسا نہیں کرتا کہ کچھ کاموں میں حکومت کے احکام کی پابندی کرے اور کچھ اپنی مرضی سے انجام دے' بلکہ ہر کام میں وہ حکومت کے قاعدے قانون کا پابند رہتا ہے اور حکومت کو جوابدہی کا احساس بھی رکھتا ہے۔ آیئے اب ذرا غور کریں کہ انسان اللہ تعالیٰ کی چیزوں پر اپنی ملکیت و حاکمیت کا دعویٰ کیسے کرتا ہے؟

جسم اور جسمانی اعضاء پر مطلق مالک و حاکم ہونے کا دعویٰ

انسانوں کو اللہ تعالیٰ نے دنیا کی اس امتحانی زندگی کو مکمل کرنے اور اپنی ضروریات پوری کرنے کیلئے روح کے ساتھ ساتھ جسم اور جسمانی اعضاء عطا فرمایا۔ روح، جسم اور جسمانی اعضاء کا حقیقی مالک اور حقیقی حاکم اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اب انسان کی بے وقوفی پر غور کیجئے کہ چاہے کوئی مسلمان ہو جو کلمہ طیبہ کا شعور نہ رکھتا ہو اور چاہے غیر مسلم ہو دونوں جسم اور جسمانی

اعضاء کو اپنی ذاتی ملکیت سمجھتے ہیں اور اپنے مالک و حاکم ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں حالاں کہ روح کو کبھی اپنی ملکیت نہیں کہتے ۔ اسلئے کہ روح پر ان کا کنٹرول اور بس نہیں چلتا ۔ مگر جسم اور جسمانی اعضاء کے تعلق سے دونوں غیر شعوری طور پر یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ جسم میرا، یہ ہاتھ، پیر، آنکھ، کان اور زبان میرے ہیں، میں ان کا مالک ہوں اور انکو میں جیسے چاہے استعمال کرسکتا ہوں۔ بار بار وہ کہتے ہیں کہ میرا ہاتھ، میرا پیر، میری زبان، میری آنکھ، اس طرح غیر شعوری طور پر وہ اپنے آپکو جسم اور جسمانی اعضاء کا مطلق اور حقیقی مالک وحاکم سمجھتے ہیں۔

لیکن ذرا غور کیجئے کہ انسان نے اپنے جسم کو بنایا اور نہ پیدا کیا، نہ اپنے اعضاء کو بنایا اور نہ انکی پرورش کرسکتا ہے اور نہ اپنے جسم کے اعضاء پر مکمل قدرت رکھتا ہے، وہ کیسے مالک ہو سکتا ہے؟ اُنکو صرف چند روز کیلئے اللہ تعالیٰ انسان کے قبضہ اور اختیار میں دیتا ہے حالانکہ جسم اور جسمانی اعضاء کو بنانے والا اللہ ہی ہے، پالنے والا بھی اللہ ہی ہے، ان پر مکمل قدرت رکھنے والا بھی اللہ ہی ہے۔ وہ اللہ کے حکم سے کام کرتے، اور حکم پاتے ہی کام کرنا چھوڑ دیتے ہیں۔ انسان معذور اور اپاہج ہو جاتا ہے۔ اندھا، بہرہ بن جاتا ہے۔ انسان اگر اصلی مالک ہوتا تو وہ کبھی اپنے اعضاء کو بے کار، ناکارہ، معذور اور اپاہج ہونے نہیں دیتا۔ کبھی اپنے آپکو اندھا بہرا ہونے نہیں دیتا، دانتوں کو گرنے نہیں دیتا، انسان اپنے جسم کا مالک ہوتا تو اُسکو بڑھاپے میں بے شمار بیماریاں کیوں آتیں۔ اسکا اچانک ہارٹ فیل کیوں ہوتا؟

اس سے صاف ظاہر ہوا کہ انسان اپنے جسم کا حقیقی مالک نہیں، ان اعضاء پر ملکیت کا دعویٰ کرنا ناجائز، بے وقوفی اور بے ایمانی ہے۔ ہاں! ان اعضاء کو اللہ تعالیٰ کی ملکیت سمجھ کر امانت جاننا اور اپنے آپ کو صاحب امانت سمجھنا عقلمندی اور ایمانداری ہے، مگر انسان کے اوپر جسم اور جسمانی اعضاء کا خود مالک ہونے کا تصوّر دن رات سوار رہتا ہے۔ اگر یہ احساس رہے کہ میں مالک نہیں، صاحب امانت ہوں تو پھر جسم اور جسمانی اعضاء کے

استعمال کا انداز اور جسم سے نکلنے والے ہر عمل کی کیفیت ہی الگ ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خود کو بھی مالک سمجھنے سے عمل میں انسان کی ذاتی مرضی بھی چلے گی اور انسان جسمانی اعضاء کو حقیقی مالک کی مرضی کے مطابق استعمال کرنے کے بجائے خود کی مرضی پر استعمال کریگا اور جسم پر اپنی حاکمیت چلائیگا۔ یہ بات اللہ تعالیٰ کو معبود ماننے کے خلاف ہے غیر مسلم تو جسم اور جسمانی اعضاء کو مطلق اپنی ملکیت سمجھتا اور اس پر مکمل اپنی حاکمیت چلاتا ہے۔ اور تمام جسمانی اعضاء کو اللہ کی نافرمانی میں استعمال کرکے اللہ کو برائے نام مالک مانتا ہے۔

قومِ لوط اپنے جسموں کو اپنی ذاتی ملکیت سمجھتی تھی

قرآن مجید نے جسم اور جسمانی اعضاء کو اللہ تعالیٰ کی عبدیت و بندگی میں لگانے کی دعوت دی ہے

قومِ لوطؑ جسم اور جسمانی اعضاء کو اپنی نفسانی خواہش کے مطابق استعمال کرنے کو اپنا ذاتی حق سمجھتی تھی، وہ اپنے جسموں پر مالک حقیقی کی حکومت قائم کرنا قطعی نہیں چاہتی تھی آج بھی سینکڑوں لوگ اپنے جسم اور جسمانی اعضا کا استعمال اپنے مالک و پروردگار کی بغاوت اور نافرمانی میں کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے بندے اور غلام ہونے کے باوجود جسم اور جسمانی اعضاء پر اپنی حاکمیت و مالکیت چلاتے ہیں۔ ٹی وی، فلم، ناچ گانے بجانے کی محفلیں، شراب اور جوا کے ہوٹل، زنا کے اڈے، قتل، خون، غارتگری، لوٹ مار، چوری، فسادات، ظلم و زیادتی یہ سب جسم اور جسمانی اعضاء کو اللہ تعالیٰ کی ملکیت نہ سمجھنے اور اپنی ملکیت سمجھنے کا نتیجہ ہیں اور جسم کو اللہ تعالیٰ کی بندگی و اطاعت میں لگانے کے بجائے اپنی بندگی اور غلامی میں لگانے کا نتیجہ ہیں۔ تمام پیغمبروں نے اپنی اپنی قوموں کو جو دعوت دی اور سب سے پہلی آواز جو اپنی قوموں کے کانوں میں ڈالی وہ یہ تھی: **یا قوم اعبدوا الله مالکم من اله غیره ۔**
(الاعراف:) میری قوم والو! صرف اللہ ہی کی عبدیت و بندگی اختیار کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔

یعنی اس دعوت کے ذریعہ اِنسانوں کو یہ سمجھایا گیا کہ جسم اور جسمانی اعضاء اللہ تعالیٰ کی مِلک ہیں۔ وہ امانت کے طور پر تمہیں دیئے گئے ہیں' ان کو تم نفس کا بندہ مت بناؤ اور غلط نفسانی خواہش کی پیروی کر کے اللہ تعالیٰ کی جگہ نفس کو خدا مت بناؤ اور نفس کی بندگی و غلامی کر کے نفس کو بھی اپنا معبود مت بناؤ۔ اس طرح تم نفس کی پرستش مت کرو' جسم پر اپنی خواہش کی حکومت مت چلاؤ' بلکہ اللہ تعالیٰ کی حکومت قائم کرو اور جسم کو اپنے جی کی اطاعت میں مت لگاؤ' اللہ کی اطاعت میں لگاؤ۔ اِس طرح خالص اللہ تعالیٰ کی عبدیت و بندگی اختیار کر کے اللہ تعالیٰ ہی کو معبودِ حقیقی ماننے کا ثبوت پیش کرو۔

ایمان والا کلمہ طیبہ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کو معبودِ حقیقی مانتا اور جسم اور جسمانی اعضاء کو اپنی نہیں اللہ تعالیٰ کی ملکیت سمجھتا اور اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کو جسم پر قائم کرتا ہے' جسکی وجہ سے وہ ٹی وی' فلم' ناچ گانا' بجانا' شراب' جوا' زنا' قتل وخون غارتگری' چوری ڈکیتی' فساد ظلم وزیادتی میں اپنے جسم اور جسمانی اعضاء کو استعمال نہیں کرتا اور ان چیزوں سے دور رہ کر عملی اعتبار سے اللہ تعالیٰ ہی کو مالک ومعبود ماننے کا ثبوت پیش کرتا ہے اور جسم کو نفس کا غلام بننے نہیں دیتا۔

جب تک اِنسان اپنے ذہن سے اپنے آپکو مالک ہونے کا خیال نہ نکالے اللہ تعالیٰ کی مالکیت اس کے دِل ودماغ میں داخل نہیں ہوتی اور اپنی مالکیت کو ذہن ودماغ سے ختم کرنے کیلئے ۲۴ گھنٹے اِنسان پر یہ بات طاری رہنی چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے فقیر اور محتاج ہی محتاج ہے' وہ اللہ تعالیٰ کے آگے مجبور ہی مجبور ہے۔ سر سے پیر تک اور پیر کے ناخن سے سر کے بال تک اس کی اپنی کوئی چیز نہیں' سب کچھ اللہ تعالیٰ کا عطیہ اور دین ہے۔ جو امانت کے طور پر دی گئی ہیں' اللہ تعالیٰ مجھ سے اس کا حساب لے گا۔

قوت وطاقت پر مطلق مالک ہونے کا دعویٰ

جب جسم اور جسمانی اعضاء اللہ تعالیٰ ہی کی مِلک ہیں تو ظاہر بات ہے کہ ان سے جو

کچھ بھی کمالات اور خوبیاں ظاہر ہوں گی وہ سب اللہ تعالیٰ ہی کا عطیہ ہوں گی' اگر کسی انسان کے پاس علم ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کا عطیہ اور دین ہے' اگر کسی کے پاس ہنر اور فن ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کا عطیہ اور دین ہے۔ اگر کسی کے پاس قوت وطاقت ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کا عطیہ اور دین ہے۔ اگر کسی کے پاس اخلاق وکردار کا حسن ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کا عطیہ اور دین ہے' انسان کا اپنا ذاتی نہیں۔

اِنسان کو دُنیا کی اس امتحانی زندگی میں اللہ تعالیٰ علم وہنر اور طاقت وقوت عطا فرماتا ہے۔ اب اگر انسان علم وہنر طاقت' قوت کو اپنی ذاتی ملکیت سمجھے تو پھر غرور' تکبر اور کفر میں مبتلا ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی بندگی وغلامی سے منہ موڑ کر اپنی حاکمیت چلاتا ہے اور عمل سے اللہ تعالیٰ کی حاکمیت ومالکیت کو نہیں مانتا۔

قرآن نے طاقت وقوت اور ہنر وفن والوں کو اللہ کی عبدیت و بندگی اختیار کرنے کی دعوت دی

قوم عاد وثمود نے اپنی صلاحیتوں اور توانائیوں کو اپنی ذاتی ملکیت سمجھا اور غرور وتکبر اور گھمنڈ میں مبتلا ہو کر اللہ تعالیٰ کی حاکمیت ومالکیت کو ماننے سے انکار کر دیا' جسکی وجہ سے عذاب کے حوالے ہو گئے۔

حٰمٓ السجدہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے "پھر وہ جو عاد کے لوگ تھے وہ دُنیا میں ناحق تکبر کرنے لگے اور کہنے لگے وہ کون ہے جو قوت میں ہم سے زیادہ ہے؟ (آگے جواب ہے) کیا اُنکو یہ نظر نہ آیا کہ جس خدا نے اُنکو پیدا کیا وہ اُن سے قوت میں بہت زیادہ ہے اور ہماری آیتوں کا انکار کرتے رہے۔ تو ہم نے اُن پر ایک تیز ہوا بھیجی کئی دن جو مصیبت کے تھے' تاکہ ہم اُنکو اس دنیاوی زندگی میں رسوائی کے عذاب کا مزہ چکھا دیں۔ اور آخرت کا عذاب اور زیادہ رسوائی کا سبب ہے اور اُنکو مدد نہ پہنچے گی۔

مختلف زمانوں اور حالات میں اللہ تعالیٰ مختلف قوموں اور مُلکوں کو سائنسی اور ٹکنالوجی علوم عطا فرما کر طاقت وقوت عطا فرماتا ہے۔ موجودہ زمانے میں بھی بعض

ممالک اپنی سائنسی ٹکنالوجی کے ذریعہ ایٹمی طاقت حاصل کر کے اپنے آپکو سب کچھ سمجھتے ہیں اور قیصر و کسریٰ کی طرح دُنیا کے دوسرے ممالک اور قوموں کو اپنا غلام بنا رکھے ہیں؛ جسطرح اکثر پہلوان' غنڈے اور دادا قسم کے لوگ محلوں اور بستیوں پر طاقت وقوت کے گھمنڈ اور غرور میں کمزور انسانوں پر اپنی خدائی چلاتے اور اللہ تعالیٰ سے ذرا بھی ڈر اور خوف نہیں رکھتے اور اللہ تعالیٰ سے بے خوف رہتے ہیں' بالکل یہی حال بعض ملکوں اور قوموں کا ہے' وہ دُنیا کے دوسرے تمام ممالک پر اپنی خدائی چلانا چاہتے ہیں' اُن کی مرضی کے بغیر دوسرے ممالک کچھ بھی نہیں کر سکتے' وہ اللہ کو برائے نام مانتے ہیں' اُنکو قطعی مالک کے پاس جواب دینے کا احساس ہی نہیں۔ اُنکی حرکتوں اور بدمعاشیوں کو دیکھنے سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ خالق و مالک کو حاکم و مالک سمجھتے ہی نہیں۔

بڑے سے بڑے پہلوان کو یہ سوچنا چاہیے کہ بچپن میں وہ انتہائی کمزور اور ناتواں ہوتا ہے' جوانی میں طاقتور بنتا ہے پھر بڑھاپے میں کمزور اور ناتواں ہو جاتا ہے۔ اللہ نے کائنات کی ہر چیز میں عُروج وزوال رکھا' اُسی کے حکم سے عروج ملتا ہے' اُسی کی مشیت سے زوال آتا ہے۔ اگر اس بات پر اِنسان کی نگاہ رہے تو وہ اللہ کو اپنا حقیقی مالک مان کر اُسی کی بندگی اور غلامی کرے گا۔ اسی لئے پیغمبر آ کر انسانوں کو دعوت دیتے تھے کہ **یـــا قوم اعبدوا اللہ مالکم من الہ غیرہ** ۔ میری قوم والو! صرف اللہ ہی کی عبدیت و بندگی کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ گویا اِس کلمہ کے ذریعہ یہ دعوت دی جاتی ہے کہ اے اِنسانو! یہ طاقت وقوت' یہ علم و ہنر تمہارا اپنا ذاتی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا عطیہ اور دین ہے اور اللہ تعالیٰ کی امانت ہے۔ اللہ ہی اس کا مالک ہے۔ اسلئے تم اُسکو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق استعمال کر کے اللہ تعالیٰ ہی کی بندگی اور غلامی کرو' اُسکے ذریعہ تم اِنسانوں پر اپنی خدائی مت چلاؤ اور اِنسانوں کو اپنی بندگی اور غلامی پر مجبور مت کرو۔ تم پر تمہارا مالک حقیقی ہی حاکم ہے' وہ تمہارا حساب لے گا۔ اسلئے اُسی کی مالکیت اور حاکمیت میں زندگی

گذارو۔ اللہ تعالیٰ پاک ہے۔ اُس نے اِنسانوں کو اپنی پاکیزہ نعمتیں عطا فرمائی ہیں۔ اگر انسان اُن کو ناپاک بنا کر لے جائیگا تو اللہ اسکا حساب لے گا' پھر اُس پر سزا بھی دے گا۔

مال و دولت پر مطلق مالک ہونے کا دعویٰ

قرآن نے دولتمندوں کو اللہ کی عبدیت و بندگی اختیار کرنے کی دعوت دی

اِنسان کو اللہ تعالیٰ دُنیا کی اِس امتحانی زندگی میں مال و دولت دے کر اُسکا امتحان لیتا ہے کہ اِنسان اس دولت کو لے کر میرا شکر گذار بندہ بنتا ہے یا ناشکرا بنتا ہے۔ دُنیا میں ہزاروں لاکھوں انسان ہیں جن میں بے شعور اور غیر تربیت یافتہ مسلمان بھی ہوتے ہیں' مال و دولت پا کر اللہ تعالیٰ کو برائے نام مالک مانتے اور اپنے آپ کو مطلق اور حقیقی دولت کا مالک سمجھتے اور دعویٰ کرتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ دولت اُن کی ذاتی محنت اور کمائی کا نتیجہ ہے' اُسکو اللہ تعالیٰ کی دین نہیں سمجھتے۔ اسلئے اسکو جس طرح چاہے استعمال کرنے کا اختیار سمجھتے ہیں' اکثر لوگ دولت پاتے ہی اُس سے بے انتہا محبت کرتے اور اُسکی پوجا پرستش کر کے اُسکے بندے بن جاتے ہیں' ایسے لوگ دولت ہی کو سب کچھ سمجھ کر اُسی سے بننے اور بگڑنے کا احساس قائم کر لیتے ہیں' چنانچہ 90% دولت مند دولت کے ملتے ہی خواہشاتِ نفسانی کی ترغیبات پر کثرت سے گناہ کے کام شروع کر دیتے ہیں۔ اکثر دولت مندوں کو دولت کا نشہ اتنا زیادہ سوار رہتا ہے کہ اُنکے ذہن وگمان میں یہ بات بالکل ہی نہیں آتی کہ دولت کا اصلی اور حقیقی مالک اللہ تعالیٰ ہے اور اُن کو یہ امانت کے طور پر دی گئی ہے اور اُسکے ذریعہ اُن کا امتحان لینا مقصود ہے۔ اللہ تعالیٰ ایک دِن اُس کا حساب لے گا۔ اللہ اگر چاہے تو اُنہیں منٹوں اور سکنڈوں میں دولت مند سے فقیر بنا سکتا ہے۔ دولت اللہ کے حکم سے آتی ہے اور اللہ ہی کے حکم سے چلی جاتی ہے' چنانچہ قارون کو اپنی دولت پر بڑا ناز تھا' وہ اُس کو اپنی ذاتی محنت اور کمائی سمجھتا تھا اور اپنے آپ کو حقیقی مالک سمجھتا تھا' اللہ نے اُسکو اُسکی دولت کے ساتھ زمین میں دھنسا دیا۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اس کا تذکرہ یوں فرمایا:۔(ترجمہ) ’’قارون موسیٰ (علیہ السلام) کی برادری میں سے تھا‘ سووہ (کثرت مال کی وجہ سے) اُن لوگوں کے مقابلہ میں تکبر کرنے لگا۔اور (اس کے مال کی کثرت یہ تھی کہ ہم نے اُس کو اِس قدر خزانے دیئے تھے کہ اُن کی کنجیاں کئی کئی زور آور شخصوں کو گِراں بار کردیتی تھیں۔ جب کہ اس کو اُس کی برادری نے (سمجھانے کے طور پر) کہا کہ تو (اس مال وحشمت پر) اترا مت‘ واقعی اللہ اترانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔اور (یہ بھی کہا کہ) تجھ کو خدا نے جتنا دے رکھا ہے اس میں عالم آخرت کی بھی جستجو کیا کر اور دُنیا سے اپنا حصہ (آخرت میں لے جانا) فراموش مت کر اور جس طرح خدا تعالیٰ نے تیرے ساتھ احسان کیا ہے تو بھی (بندوں کے ساتھ) احسان کیا کر۔دُنیا میں فساد کا خواہاں مت ہو‘ بے شک اللہ فساد کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا‘ قارون (یہ سن کر) کہنے لگا کہ مجھ کو تو یہ سب کچھ میری ذاتی ہنرمندی سے ملا ہے۔کیا اس (قارون) نے یہ نہ جانا کہ اللہ تعالیٰ اس سے پہلے گذشتہ اُمتوں میں ایسے ایسوں کو ہلاک کر چکا ہے جو قوت میں اِس سے بڑھے ہوئے تھے اور مجمع بھی ان کا زیادہ تھا اور اہلِ جُرم سے اُن کے گناہوں کی (تحقیق کرنے کی غرض سے) سوال کرنا نہ پڑے گا۔ پھر (ایک بار ایسا اتفاق ہوا کہ) وہ اپنی آرائش وشان سے اپنی برادری کے سامنے نِکلا‘ جو لوگ (اس کی برادری میں) دُنیا کے طالب تھے (گو مومن ہوں) کہنے لگے کیا خوب ہوتا کہ ہم کو بھی وہ ساز وسامان ملا ہوتا جیسا کہ قارون کو ملا ہے‘ واقعی وہ بڑا صاحب نصیب ہے۔اور جن لوگوں کو (دین کی) فہم عطا ہوئی تھی وہ ان (حریصوں) سے کہنے لگے‘ ارے تمہارا ناس ہو‘ اللہ تعالیٰ کے گھر کا ثواب (اس دنیاوی کروفر سے) ہزار درجہ بہتر ہے جو ایسے شخص کو ملتا ہے کہ ایمان لائے اور عمل کرے اور وہ اُنہی کو دیا جاتا ہے جو (دنیا کی حرص وطمع) سے صبر کرنے والے ہیں پھر ہم نے اُس (قارون) کو اور اُسکے محل سرائے کو (اُسکی شرارت بڑھ جانے کی وجہ سے) زمین میں دھنسادیا۔سو کوئی ایسی جماعت نہ ہوئی جو اُس کو اللہ (کے عذاب) سے بچا لیتی اور نہ وہ خود ہی اپنے آپ کو بچا سکا‘ اور کل جو لوگ اُس جیسے ہونے کی تمنا کر رہے تھے وہ آج اُسکو زمین میں دھنستا دیکھ کر) کہنے لگے بس جی یوں معلوم ہوتا ہے کہ اللہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے زیادہ روزی دے دیتا ہے اور (جس کو چاہے) تنگی سے دینے لگتا ہے، اگر ہم پر اللہ کی مہربانی نہ ہوتی تو ہم کو بھی دھنسا دیتا، بس جی معلوم ہوا کہ کافروں کو فلاح نہیں ہوتی۔ (سورۂ قصص آیت ۷۶ تا ۸۲)

اگر انسان کو دولت کے امانت ہونے کا احساس رہے تو پھر انسان کی حالت ہی بدل جاتی ہے اور انسان اُسکے استعمال پر بہت ڈرتا اور احتیاط کرتا ہے۔اسکو ناجائز طریقہ پر خرچ

کرنے سے بہت ڈرتا ہے۔اس پر اپنی مالکیت وحاکمیت نہیں چلاتا۔پیغمبروں نے دولت مندوں کو بھی یہ دعوت دی کہ **یاقوم اعبدوا اللہ مالکم من الہ غیرہ** ۔اے میری قوم والو! صرف اللہ ہی کی عبدیت وبندگی کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔یعنی اس کلمہ کے ذریعہ انسانوں کو یہ تعلیم دی گئی کہ دولت بھی اللہ کی مِلک ہے، اس پر اپنی خدائی مت چلاؤ، اپنی حاکمیت ومالکیت ختم کر کے دولت کو اللہ کی امانت جانو اور اللہ کی مرضی ومنشاء کے مطابق استعمال کر کے اللہ کی بندگی اور غلامی اختیار کرو۔کلمہ طیبہ کے ذریعہ ایمان والا اِنسان شعور وتربیت پا کر اللہ تعالیٰ ہی کو معبود مانتا ہے اور دولت کو اللہ تعالیٰ کی مِلک مان کر اپنے آپکو صاحبِ امانت تصوّر کرتا ہے اور دولت کو اپنی مرضی پر نہیں اللہ تعالیٰ کی مرضی پر استعمال کر کے اللہ تعالیٰ ہی کی بندگی و غلامی کرتا ہے‘ دولت سے بننے اور بگڑنے کا احساس نہیں رکھتا اور اللہ تعالیٰ کو برائے نام نہیں بلکہ حقیقی مالک مانتا ہے۔دولت کو بڑا نہیں اللہ کو بڑا مانتا ہے‘ وہ کبھی دولت کی پوجا و پرستش نہیں کرتا۔

زمین‘ حکومت واقتدار پر مطلق مالک ہونے کا دعویٰ

قرآن نے اقتدار اور کرسی والوں کو اللہ کی عبدیت وبندگی اختیار کرنے کی دعوت دی

دُنیا میں اکثر یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ جب بھی اِنسانوں کو زمین پر حکومت واقتدار ملتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کو بھول جاتا ہے اور اُسے برائے نام مالک مانتا ہے‘ اپنے آپ کو یا اپنے جیسے اِنسانوں کو زمین کی حکومت واقتدار کا حقیقی مالک وحاکم سمجھتا اور مانتا ہے اور اللہ کے بندوں پر اپنی خدائی چلاتا ہے۔چنانچہ دُنیا میں سینکڑوں بادشاہوں اور حکمرانوں نے زمین کے مختلف حصوں پر حکومت کی اور اپنے آپ ہی کو اس زمین کا حقیقی مالک وحاکم تصوّر کیا۔ اسی تصوّر میں وہ اپنے حقیقی مالک کی غلامی وبندگی کا یا تو انکار کر بیٹھے یا پھر غیر اللہ کی بندگی و غلامی کے ساتھ زندگی گذارے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے زمانے میں نمرود کو اللہ تعالیٰ کی حاکمیت و

مالکیت کو مان کر اللہ تعالیٰ کی بندگی اور غلامی کو اختیار کرنے کی دعوت دی تو اُس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پوچھا کہ تمہارے رب کی کیا خصوصیات ہیں؟ حضرت ابراہیمؑ نے جواب دیا کہ وہ جسے چاہے زندگی دیتا ہے اور جسے چاہے موت دیتا ہے۔ یہ سن کر نمرود نے ایک قیدی کو بُلایا اور اس کو آزاد کر دیا اور ایک آدمی کو پکڑ کو سولی دے دی اور کہا کہ یہ تو میں بھی کر سکتا ہوں۔ قرآن نے اس کا تذکرہ یوں فرمایا:۔

(ترجمہ) (اے مخاطب) تجھ کو اس شخص کا قصہ تحقیق نہیں ہوا (یعنی نمرود کا) جس نے (حضرت) ابراہیم (علیہ السلام) سے مباحثہ کیا تھا اپنے پروردگار کے (وجود) کے بارے میں اس وجہ سے کہ خدائے تعالیٰ نے اس کو سلطنت دی تھی' جب ابراہیمؑ نے فرمایا کہ میرا پروردگار ایسا ہے کہ وہ جلاتا ہے اور مارتا ہے' کہنے لگا کہ میں بھی جلاتا ہوں اور مارتا ہوں' ابراہیمؑ نے فرمایا کہ اللہ سورج کو (روزانہ) مشرق سے نکالتا ہے تو (ایک ہی دن) مغرب سے نکال دے۔ اس پر وہ کافر متحیر رہ گیا (اور کچھ جواب بن نہ آیا) اور اللہ تعالیٰ ایسے بے جا راہ پر چلنے والوں کو ہدایت نہیں فرماتا۔ البقرہ ۲۵۸۔

غور کیجیے مختصر مدت کیلیے زمین پر حکومت و اقتدار مِلا تو نمرود نے اپنے آپ کو کیسے حقیقی مالک و حاکم سمجھا؟ اللہ تعالیٰ کی حاکمیت و مالکیت کا انکار کیا۔ اِسی طرح فرعون کی مثال بھی پہلے بیان کی گئی ہے۔ قرآن نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی مثال بھی اِنسانوں کے سامنے پیش کر کے یہ تعلیم دی کہ انہوں نے بلقیس کو اللہ کی عبدیت و بندگی اختیار کرنے کی دعوت دی۔ اور بلقیس نے اس دعوت کو قبول کیا' اس کی حکومت اس کو دے دی گئی۔ زمین پر اُن سے بڑی کسی کو حکومت و اقتدار نہیں دیا گیا تھا۔ ذرا غور کیجیے کہ حکومت و اقتدار ملنے کے باوجود انہوں نے اللہ تعالیٰ کی بندگی اور غلامی کسطرح کی؟ اور اللہ تعالیٰ ہی کو اپنا مالک و معبود کیسے سمجھا؟ بادشاہ اور حاکم ہوتے ہوئے کسطرح انہوں نے عبادت اور بندگی کا عملی نمونہ پیش کیا؟۔

بہت سے لوگ اللہ کو برائے نام مالک مانتے اور زمین و اقتدار و حکومت ملتے ہی اس کو اپنی ذاتی ملکیت سمجھتے ہیں' حالانکہ دُنیا بننے سے لے کر آج تک زمین کے ایک

بالشت حصہ پر بھی کسی بادشاہ یا صدر کی حکومت مستقل باقی نہ رہی اور نہ ہے۔ ہر حکومت چند برسوں کے بعد ختم ہو جاتی ہے' دوسرا اُس پر قبضہ کر لیتا ہے' نہ ہی کوئی اِنسان کسی مکان یا دوکان کا مستقل مالک رہا اور نہ ہی کوئی بادشاہ یا صدر کسی ملک اور شہر کا مستقل مالک رہا' حقیقی اور مستقل مالک تو صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ملک پر غیر اللہ کیسے مالک بن سکتا ہے؟ چنانچہ دُنیا میں تمام غیر مسلمین اور بے شعور مسلمان جب بھی زمین پر اقتدار و حکومت پاتے ہیں تو وہ اُس زمین اور حکومت کو اپنی ذاتی ملکیت سمجھ کر اُس پر مطلق اور مکمل اپنی حاکمیت چلاتے اور اپنے خودساختہ یا اپنے جیسے انسانوں کے بنائے ہوئے قانون کو نافذ کر کے اللہ تعالیٰ کی بہت سی ٹھہرائی ہوئی حرام چیزوں کو حلال کرتے اور حلال کو حرام کرتے اور اللہ کی زمین پر اپنی خدائی چلاتے ہیں۔ چنانچہ بہت سی حکومتوں نے شراب پر سے پابندی کو ختم کیا' جوا' ریس سٹّا کھیلنے کو ایک کھیل قرار دیا' سود کو ترقی حاصل کرنے کا ذریعہ کہہ کر جائز قرار دیا اور بنکوں کے ذریعہ دُنیا میں سودی کاروبار کو عام کیا۔ ناچ گانے بجانے' اور زنا کیلیے اِجازت نامے دیئے گئے' آپس کی رضامندی سے زنا کو جائز قرار دیا' امیروں سے ٹیکس وصول کر کے غریبوں کو پالنے کا اصول بنایا' چوری' ڈکیتی' زنا' قتل و غارت گری پر سزاؤں کو سخت قرار دیا اور معمولی جرمانے' معمولی قید دے کر قیدیوں کو آزاد کرنا شروع کیا اور زبردستی مختلف قسم کے ٹیکس لوگوں پر نافذ کیئے اور زمین کو فساد کے حوالے کر دیا: بعض تو اِنسان ہونے کے باوجود اپنے آپ کو خدا یا خدائی اوتار کا دعویٰ بھی کرتے ہیں اور اُن کی رعایا اُن کی غلامی و بندگی کرتی ہے' آج تک جتنی بھی غیر مسلم حکومتیں دُنیا میں گذریں اُنہوں نے مالک حقیقی کے قانون کو اپنے ملک اور حکومت میں نافذ ہونے ہی نہیں دیا۔ آج بھی کوئی غیر مسلم حکومت اس کے لئے تیار نہیں ہے' یہ حکومتیں انسانوں سے اپنی غلامی و اطاعت کراتی ہیں' اسی لئے پیغمبروں نے آ کر سب سے پہلے یہ آواز دی **یا قوم عبدوا الله مالکم**

من الٰه غیرہ ۔ میری قوم والو! صرف اللہ ہی کی عبدیت وبندگی اختیار کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں' گویا اس کے ذریعہ یہ پیغام دیا کہ اے لوگو! زمین کے تم مالک نہیں' یہ زمین اللہ تعالیٰ کی ہے۔ یہاں اللہ کی حاکمیت و مالکیت ہے۔ اسلئے اللہ کی ملکیت پر اپنی حاکمیت مت چلاؤ۔ اللہ کی زمین پر اللہ کے قوانین واحکام نافذ کرو اور اللہ کی حکومت قائم کرو یہ حکومت واقتدار تم کو مختصر مدت کیلئے تمہاری آزمائش اور امتحان کی خاطر دیا گیا ہے۔ اقتدار کو تم اللہ کی امانت جانو' اللہ تم سے اسکا حساب لے گا۔ اسلئے خود تم کو بھی اور اللہ کے دوسرے بندوں کو بھی اس زمین پر بحیثیت بندے کے رہنا ہے اور اُسی کی بندگی وغلامی کے ساتھ زندگی گذارنا ہے' اگر تم نے اللہ کی ملک پر اپنی ملکیت کا دعویٰ کیا اور اللہ کے بندوں پر اپنی خدائی چلائی تو یہ غدّاری اور بغاوت ہے' یہ گھاٹے اور خسارے کی زندگی ہوگی۔

ایمان والا کلمہ طیبہ کا اقرار کرکے جب اللہ تعالیٰ ہی کو معبود مانتا ہے تو زمین کا حقیقی مالک اللہ ہی کو سمجھتا ہے اور اقتدار وکرسی کو اللہ تعالیٰ کی امانت جانتا اور اللہ تعالیٰ کے پاس جواب دینے کا احساس رکھتا ہے اور وہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کا بندہ وغلام اور لوگوں کا خادم سمجھ کر زمین پر اللہ تعالیٰ کے احکام وقوانین نافذ کرکے خود بھی اور اللہ کے دوسرے بندوں کو بھی اس کا پابند بناتا ہے اور اللہ کی بندگی وغلامی کا عملی نمونہ پیش کرکے اللہ تعالیٰ کے معبود ماننے کو سچ کر دکھاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کو مالک ومعبود ماننے کیلئے ضروری ہے کہ سبحان اللہ الحمدللہ اور اللہ اکبر کا اقرار کیا جائے۔

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُلِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ ترجمہ:۔ اللہ کی ذات تمام عیوب ونقائص سے پاک ہے اور تمام تعریفیں اللہ ہی کیلئے ہیں' اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور اللہ ہی سب سے بڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ پر صحیح طریقے سے ایمان لانے اور اللہ تعالیٰ کو مالک

ومعبود ماننے کیلئے ضروری اور لازمی ہے کہ اُسکو ہر قسم کے عیبوں' نقائص مجبوریوں اور محتاجیوں سے پاک مانا جائے اور ہر قسم کے کمالات وخوبیوں والا صرف اُسی کو سمجھا جائے تب ہی ایمان صحیح ہوگا۔ اور ایسا ماننے والا موحد کہلائے گا۔ اُسکے برعکس اگر عیب' نقص' زوال اور احتیاج سے پاک نہ مانا جائے اور ہر قسم کے کمالات وخوبیوں والا نہ سمجھا جائے تو ایسا ماننا ایمان نہیں کہلائے گا اور یہ بات توحید کے بالکل خلاف ہوگی۔

اگر کوئی اِنسان خدا میں عیب' نقص اور زوال مان رہا ہے اور خدا جیسے کمالات اور خوبیاں دوسروں میں بھی مان رہا ہے تو گویا وہ خدا کو نعوذ باللہ مجبور ومحتاج مان رہا ہے اور یکتا وتنہا نہیں مان رہا ہے' اور اس طرح سے ماننا ایمان نہیں کہلائے گا۔ یہ بات کلمہ طیبہ کے بالکل خلاف ہوگی۔

کلمہ طیبہ کے ذریعہ توحید کا اقرار کرنے کیلئے یہ بات بہت ضروری اور لازمی ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کو ہر قسم کے عیب' نقص' زوال اور محتاجیوں سے پاک ہی پاک مانے اور اللہ تعالیٰ ہی کو اکیلا ہر قسم کے کمالات اور خوبیوں ہی خوبیوں والا مانے' اللہ تعالیٰ اپنی صفات اور کمالات میں یکتا' تنہا' اور بے مثال ہے۔ اُسکی قدرت میں کسی چیز کی کمی نہیں اور اُس جیسی قدرت کسی میں نہیں۔ اسلئے ایک کلمہ گو اپنے مالک کی پاکی' بڑائی اور تعریف بیان کرنے کیلئے بار بار اپنی زبان پر **سبحان اللہ' الحمدللہ** اور **اللہ اکبر** کے کلمات ادا کرتا رہتا ہے اور **لا الٰہ الا اللہ** کے ذریعہ ہر ایک کی نفی کرکے صرف اللہ تعالیٰ ہی کو کائنات کا الٰہ اور معبود مانتا ہے۔

جس ذات میں عیب ونقص اور محتاجی ہوگی وہ عبادت وبندگی کے لائق نہیں ہوتی۔ سوائے اللہ تعالیٰ کے کائنات کی ہر چیز میں عیب' نقص اور محتاجی ہے اسلئے سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی بھی عبادت وبندگی کے لائق نہیں ہے۔

اِنسانوں کی دوسری بڑی کمزوری

دُنیا میں ہزاروں لاکھوں انسان اللہ تعالیٰ کو اپنا مالک تو ضرور مانتے ہیں مگر اُنکا یہ ماننا برائے نام مالک ماننا ہوتا ہے اسلئے کہ وہ اللہ تعالیٰ جیسی صفات، خوبیوں اور کمالات کو مخلوقات میں بھی مانتے ہیں، اور مخلوقات جیسے عیبوں، نقائص اور محتاجیوں کو اللہ تعالیٰ میں مانتے ہیں، اس کا صاف مطلب ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو مکمل اور مطلق مالک نہیں مانتے بلکہ برائے نام مانتے ہیں۔

ذرا غور کیجئے کہ اگر خدا کے ساتھ عیبوں اور نقائص کو بھی مانا جائے تو پھر وہ خدا کہاں رہا؟ مجبور ومحتاج ہوگیا، اس میں اور مخلوقات میں فرق باقی نہ رہا، اُس کی عبادت کیسے کی جاسکتی ہے؟ اُسکے جیسے کمالات، خوبیاں اور صِفات مخلوقات میں بھی مانی جائیں تو وہ یکتا اور تنہا کہاں رہا؟ دوسرے بھی اُس کی طرح حاکمیت و مالکیت کا دعویٰ کرسکتے ہیں، پھر وہی اکیلا عبادت وبندگی کے لائق کہاں رہا؟

کلمہ طیبہ تو اِنسانوں کو یہ تعلیم دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی اکیلا عبادت وبندگی کے لائق ہے، ہر قسم کی قدرت کا وہی اکیلا مالک ہے۔ اُس کو کسی قسم کی مجبوری محتاجی نہیں۔ اُس میں کسی قسم کا عیب اور نقص نہیں، وہ اکیلا' یکتا اور تنہا ہے۔ وہ ایسی زبردست قدرت والا ہے کہ اس کی مرضی اور اجازت کے بغیر کائنات کا ایک ذرّہ بھی حرکت نہیں کرسکتا۔ کائنات میں جو بھی حرکت ہو رہی ہے، چاہے وہ ہوا کا چلنا ہو، بارش کے قطرے کا برسنا ہو یا درخت کے پتے کا گرنا یا کسی اِنسان سے کوئی حرکت کا ہونا، سب کچھ اللہ تعالیٰ کی مرضی اور اِجازت سے ہے۔ کائنات کا ہر ذرّہ اُس کے سامنے اور اُس کے علم میں اور اس کی قدرت کے دائرے میں ہے، وہ ہر ذرّہ پر مکمل کنٹرول رکھتا ہے، اس کی مرضی اور مشیت کے بغیر کوئی مخلوق کچھ بھی نہیں کرسکتی۔ آیئے اب ذرا غور کریں کہ اِنسان اللہ کو اپنا مالک مانتے ہوئے کیسے اُس کو مجبور محتاج بناتا اور کیسے عیب ونقص خدا کو لگاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے ساتھ اہل وعیال کا تصوّر رکھنا گویا اللہ تعالیٰ کو ضرورتوں اور حاجتوں والا ماننا اور محتاج بنانا ہے۔

قرآن مجید نے انسانوں کو اہل وعیال کے تصوّر سے کاٹ کر خالص اللہ واحد کو معبود ماننے کی دعوت دی

اِنسان کی ایک بڑی تعداد ایسی ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ گندا اور ناپاک عقیدہ رکھتی ہے اور اللہ تعالیٰ کو اپنے جیسا اہل وعیال والا سمجھتی ہے، چنانچہ وہ کسی کو خدا کا خیالی بیٹا، کسی کو بیوی بنا ڈالے۔ عیسائی حضرات بی بی مریمؑ کو خدا کی بیوی اور حضرت عیسیٰؑ کو خدا کا بیٹا مانتے ہیں اور یہودی لوگ حضرت عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا مانتے ہیں اور ہنود کے نزدیک خدا کی سینکڑوں بیویاں بچے ہیں، مکّہ کے مشرک فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں مانتے تھے۔ مخلوقات کی عمریں محدود ہوتی ہیں، اُن کو پیدائش اور موت جیسے حالات سے گذرنا پڑتا ہے۔ اُنکو اپنی نسلوں کو باقی رکھنے کیلئے اولاد کی ضرورت ہوتی ہے اور اپنی خواہشات اور ضرورتوں کو پورا کرنے کیلئے بیوی بچوں کی ضرورت ہوتی ہے، جو ذات ضرورتوں اور حاجتوں والی ہو وہ محتاج ہوتی ہے۔ اِنسانوں نے خدا کو اہل وعیال والا بنا کر اپنی طرح محتاج بنا ڈالا، ذرا غور کیجئے اگر خدا بھی مخلوقات کی طرح محتاج ہو تو اُس میں اور مخلوقات میں فرق کیا باقی رہا؟ پھر وہ کیسے خدا کہلانے کے لائق ہوگا؟ مجبور ومحتاج کی کیسے عبادت وبندگی کی جاسکتی ہے؟ جو خود محتاج ہو وہ دوسروں کی ضرورتوں اور حاجتوں کو کیسے پورا کرسکتا ہے؟ غرض اللہ تعالیٰ کے ساتھ اہل وعیال کو ماننا گویا خدا کو مجبور ومحتاج بنانا ہے۔ پیغمبروں نے آکر اِنسانوں کو یہ تعلیم دی کہ اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے، وہ ہر قسم کے رشتوں، ناطوں سے پاک ہے، وہ نہ کسی کا باپ ہے اور نہ ہی کسی کا بیٹا، وہ اکیلا ہے، نہ اُس نے کسی کو جنا نہ کوئی اُس کو جنا، وہ مخلوقات کی طرح بیوی بچوں کی ضرورت وحاجت نہیں رکھتا،

اس لئے اے اِنسانو! تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ نہ کسی کو بیوی ٹھہراؤ اور نہ کسی کو بیٹا بیٹی بناؤ' وہ تنہا اور اکیلا ہے۔ قرآن اللہ کی وحدانیت کو بیان کرتے ہوئے یہ تعلیم دیتا ہے:۔

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ. اَللّٰهُ الصَّمَدُ. لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۔ ترجمہ:۔ آپ فرما دیجئے کہ اللہ ایک ہے' اللہ بے نیاز ہے' نہ اُس نے کسی کو جنا اور نہ اُس کو کسی نے جنا' اور اُس کے برابری کا کوئی نہیں۔

اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخلوقات جیسا جسم اور اعضاء کا تصوّر مان کر خدا میں عیب اور نقص لگانا گویا خدا کو (نعوذ باللہ) محتاج بنانا ہے۔

قرآن نے بت پرستی کرنے والوں کو اللہ کی عبدیت و بندگی اختیار کرنے کی دعوت دی

جسطرح مخلوقات کو اپنے کام کرنے کیلئے جسم اور اعضاء کی محتاجی ہے اور وہ بغیر جسم اور اعضاء کے کچھ بھی نہیں کر سکتے' چنانچہ اِنسان اپنے مالک کے ساتھ بھی یہی تصور رکھ کر اپنے اپنے ذہن کے مطابق اُسکے خیالی فوٹو' تصویریں اور مجسمے بناتا اور اسکو اپنے یا دوسری مخلوقات کی طرح ہاتھوں' پیروں' آنکھوں' کانوں والا خدا سمجھتا ہے۔ اِنسانوں کی مجبوری و محتاجی یہ ہے کہ وہ آنکھوں کے بغیر دیکھ نہیں سکتے۔ کانوں کے بغیر سن نہیں سکتے' زبان کے بغیر بول نہیں سکتے' اسلئے وہ آنکھوں کے محتاج' کانوں کے محتاج زبان کے محتاج' ہاتھوں اور پیروں کے محتاج ہیں' جسم ناکارہ کمزور اور ضعیف ہوجائے تو وہ کام کاج نہیں کر سکتے۔ ذرا غور کیجئے اگر وہ خدا کو بھی جسم اور اعضاء والا سمجھے تو وہ گویا خدا کو بھی محتاج اور مجبور بنا رہا ہے' جو محتاج اور مجبور ہو وہ خدا کیسے ہوسکتا ہے؟ اور محتاج و مجبور کی عبادت و بندگی کیسے کی جاسکتی ہے؟ اعضاء کا ہونا ایک عیب اور نقص ہے۔ اللہ تعالیٰ تو ہر قسم کے عیب اور نقص سے پاک ہے' کلمہ طیبہ کے ذریعہ اِنسانوں کو یہ تعلیم دی گئی کہ دُنیا

کی زندگی میں اِنسان اپنی سر کی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکتا۔ اِسلام اِنسانوں کو خدا کا قطعی کوئی مجسمہ' فوٹو اور تصویر بنانے کی اِجازت نہیں دیتا اور دِل میں بھی کسی قسم کے فوٹو اور تصویر خیال کرنے کو حرام اور شرک بتلاتا ہے' دُنیا میں اسکو صرف صفات کے ذریعہ ہی سمجھا جاسکتا ہے۔ قرآن مجید میں جب کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالےٰ سنتا اور دیکھتا ہے تو اسکا یہ مطلب نہیں ہیکہ ہمارے ہی کانوں کی طرح اُسکے کان ہیں' ہماری ہی آنکھوں کی طرح اُسکی آنکھیں ہیں' جب کہا جاتا ہے کہ اُس نے آسمان بنایا تو اسکا مطلب یہ نہیں کہ اس نے کاریگر بلوائے' سامان اکٹھا کئے۔ جب کہا جاتا ہے کہ ہمارے ہاتھوں پر اسکا ہاتھ ہے تو اسکا یہ مطلب نہیں کہ ہمارے ہی ہاتھوں کی طرح اُسکا کوئی ہاتھ ہے۔ پیغمبروں نے یہ تعلیم دی کہ مخلوقات کے اندر جو صفات اور جو حالتیں ہوتی ہیں اُنکی نسبت اللہ کی طرف نہیں کی جاسکتی' کیوں کہ وہ ذات ہر قسم کے عیبوں اور نقائص سے پاک ہے اور مخلوقات سے بالکل مختلف' ہماری عقلیں اُسکی ذات اور عظمت کا احاطہ نہیں کرسکتیں۔

خدا کے ساتھ کھانے پینے کا تصوّر بھی عیب اور محتاجی کی بات ہے

جب خدا کے ساتھ جسم اور اعضاء کا تصور ہوگا تو جسم کو باقی رکھنے کیلئے خدا کو ہوا' پانی اور غذا کی ضرورت ہوگی۔ ایسی صورت میں خدا ہوا' پانی اور غذا کا محتاج بن جائیگا غیر مسلم اپنی پوجا پاٹ میں میوہ مٹھائی رکھ کر خدا کے کھانے پینے کا تصوّر بھی رکھتے ہیں' غور کیجئے خدا کے ساتھ یہ سب محتاجی لگادی جائے تو وہ خدا کہاں رہا؟ وہ بھی مخلوق ہوجائیگا اُس میں اور مخلوق میں فرق باقی کہاں رہے گا؟ کلمہ طیبہ کے ذریعہ انسانوں کو یہ تعلیم ملتی ہے کہ اللہ تعالیٰ مخلوقات کی طرح کھاتا پیتا نہیں' اس کو نہ اونگھ آتی ہے اور نہ نیند' وہ تو ہر قسم کی ضرورتوں اور محتاجیوں سے پاک ہے۔ چنانچہ قرآن نے بی بی مریمؑ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تعلق سے کھانے کا ذکر کر کے انکے مخلوق ہونے کو ظاہر کیا کہ وہ تو کھانا کھاتے تھے' اسلئے وہ خدا نہیں' مخلوق ہیں۔

اللہ تعالیٰ جیسی صِفات کومخلوقات میں ماننا شرک ہے اور اللہ تعالیٰ کو مطلق مالک کائنات ماننے کے خلاف ہے

قرآن مجید نے اسباب پرستی کرنے والوں کو خالص اللہ کی عبدیت وبندگی اختیار کرنے کی دعوت دی

اِنسانوں کی ایک کثیر تعداد ایسی ہے جو اللہ تعالیٰ جیسی خوبیوں اور کمالات کو مخلوقات میں بھی مانتی ہے' اور اُن سے بھی بننے اور بگڑنے کا عقیدہ رکھتی ہے۔ اِسکا صاف مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو مکمل اور مطلق مالک کائنات نہیں مانتے' بلکہ صرف برائے نام مالک مانتے ہیں۔ اس میں بے شعور مسلمان بھی شامل ہیں اور یہ بات اللہ تعالیٰ کو معبود ماننے کے خلاف ہے' اللہ تعالیٰ ہی کو نفع ونقصان کا اکیلا مالک سمجھنا اللہ کو معبود ماننا ہے۔

اکثر انسانوں کی یہ کمزوری ہے کہ جب وہ کسی چیز سے بھی نفع ہوتا ہوا دیکھتے یا کسی چیز سے بھی نقصان ہوتا ہوا دیکھتے تو اُن اسباب کو بھی نفع ونقصان کا مالک سمجھتے اور اُن سے بھی بننے اور بگڑنے کا تصوّر قائم کرلیتے ہیں اور اُن میں بھی خدا جیسی صفات وکمالات کا تصور پیدا کرلیتے ہیں۔ اُن سے ہمیشہ ڈر اور خوف رکھتے اور اُن سے ویسا ہی ڈرتے جیسا کہ خدا سے ڈرتے ہیں۔

چنانچہ ہزاروں لاکھوں انسان اسباب میں نفع ونقصان دیکھ کر اُنکی پوجا و پرستش کرتے ہیں اُن پر قربانیاں چڑھاتے اور اُن سے مدد طلب کرکے دُعائیں کرتے ہیں۔ وہ سورج سے روشنی اور گرمی کو نکلتا ہوا دیکھ کر سورج کو نفع ونقصان کا مالک سمجھتے اور اُس کو ایک دیوتا مانتے' اُسکی پرستش کرتے ہیں' وہ زمین سے اناج اُگتا ہوا دیکھ کر اور زلزلہ آتا ہوا دیکھ کر زمین سے نفع ونقصان کا عقیدہ رکھ کر زمین کو ایک دیوتا مانتے ہیں' اُسکی پوجا اور پرستش کرتے ہیں' اِسی طرح دریاؤں سمندروں' ستاروں' سیّاروں' سانپوں' جانوروں'

درختوں' آگ' پہاڑوں' مختلف بیماریوں سے نفع ونقصان کا تصور رکھ کر اُنکو مختلف دیوتا مانتے اور اُنکی پوجا و پرستش کرتے ہیں' اِنسانوں میں غیر معمولی صلاحیتیں دیکھ کر' اُنکو خدا کا اوتار سمجھ کر اُن سے نفع ونقصان کی اُمید رکھ کر' اُنکی بھی پوجا اور پرستش کی جاتی ہے۔

پیغمبروں کے ذریعہ یہ تعلیم دی گئی کہ دُنیا دار الاسباب ہے اور یہاں مخلوقات کی ضرورتیں اللہ تعالیٰ اسباب کے ذریعہ پوری فرماتا ہے' چنانچہ زمین دُنیا میں اناج بھیجنے کا ایک ذریعہ ہے' اصل نہیں کیوں کہ اناج پیدا کرنے والا کوئی اور ہے زمین نہیں ہے۔ سورج روشنی اور گرمی کو بھیجنے کا ایک ذریعہ ہے' اصل نہیں' بادل پانی کو بھیجنے کا ایک ذریعہ ہے اصل نہیں۔ اصل تو صرف زمین' سورج' بادل' کا بنانے اور پیدا کرنے والا مالک ہے۔ نفع ونقصان کی طاقت' بنانے اور بگاڑنے کی طاقت' اسباب میں نہیں صرف اکیلئے اللہ تعالیٰ میں ہے۔ اسباب اصل نہیں اللہ تعالیٰ اصل ہے۔

قرآن نے اسباب کی حقیقت کو سمجھانے کیلئے بار بار مختلف واقعات کو پیش کرکے بتلایا کہ اسباب مجبور محتاج ہیں' بغیر اللہ تعالیٰ کی مرضی کے کچھ بھی نہیں کرسکتے' چنانچہ حضرت ابراہیمؑ کو آگ میں پھینکنے کے واقعہ سے یہ تعلیم بھی دی گئی کہ آگ میں نفع و نقصان کی طاقت نہیں وہ اللہ کے حکم سے جلاتی اور نہیں جلاتی ہے' حضرت یونس علیہ السلام کے واقعہ کو پیش کرکے یہ بھی بتلایا کہ مچھلی کے اندر نفع ونقصان کی طاقت نہیں وہ اللہ کے حکم سے ہضم کرسکتی ہے۔ اللہ کا حکم نہ ہوتو کچھ نہیں کرسکتی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور اُن کی قوم کا پانی کو عبور کرنے کے واقعہ کو پیش کرکے یہ بھی بتلایا کہ پانی میں نفع ونقصان کی طاقت نہیں' اللہ کے حکم سے ڈوباتا اور اللہ کے حکم سے ہی بچاتا ہے' حضرت اسمٰعیلؑ کے واقعہ کو پیش کرکے یہ تعلیم بھی دی گئی کہ چھری میں نفع ونقصان کی طاقت نہیں' اللہ کے حکم سے کاٹتی اور اللہ ہی کے حکم سے نہیں کاٹتی ہے۔

کلمہ طیبہ کا ماننے والا الحمدللہ کے ذریعہ یہ شعور پاتا ہے کہ کائنات کی چیزوں میں جو کچھ کمال اور خوبی ہے وہ اُن کا اپنا ذاتی کمال اور خوبی نہیں' اللہ تعالیٰ کا عطیہ اور دین ہے ۔حقیقی کمال اور خوبی صرف اللہ تعالیٰ کی ہے جو مختلف اسباب سے ظاہر ہو رہی ہے' اس لئے وہ اسباب کو اصل نہیں اللہ تعالیٰ کو اصل سمجھتا ہے۔ مسلمانوں میں وہ لوگ جو کلمہ طیبہ کا شعور نہیں رکھتے' غیر مسلموں کی طرح وہ بھی اسباب سے نفع ونقصان کا عقیدہ پیدا کر لیتے ہیں' وہ سبحان اللہ اور الحمدللہ کے کلمات بس بے شعوری سے پڑھتے ہیں' اسی وجہ سے اللہ کے ولیوں' جھنڈوں' علموں' چھلوں' اور قبروں سے منتیں مانگتے' دُعائیں کرتے' مدد طلب کرتے' سجدے کرتے اور اُن کو بھی غیر شعوری طور پر اللہ جیسی خوبیوں اور کمالات والا سمجھتے ہیں' کلمہ پڑھ کر اور ایمان کا دعویٰ کر کے بھی اللہ کے ساتھ شرک کرتے ہیں' اُن کو اپنے شرک کا شعور نہیں۔ اسلئے تمام پیغمبروں کی تعلیم یہ رہی کہ **یاقوم عبدوااللہ مالکم من الہ غیرہ** ۔اے میری قوم کے لوگو! اللہ ہی کی عبادت کرو' اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے۔ اسباب میں کوئی خدائی طاقت نہیں' اسباب مجبور ومحتاج ہیں اور خدا کے حکم کے تابع ہیں۔ اب یہاں قرآن کی آیات پر غور کیجئے کہ قرآن نے کیسے انسانوں کو اللہ کی قدرت سے سمجھائی ہے۔

سورۂ حج آیت ۷۳-۷۴ پارہ ۱۷ میں ارشادِ خداوندی ہے۔ ترجمہ:۔ ''اے لوگو! ایک عجیب بات بیان کی جاتی ہے' اِسکو کان لگا کر سنو (وہ یہ ہے کہ) اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جن کی تم لوگ خدا کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو وہ ایک (ادنیٰ) مکھی کو بھی پیدا کر نہیں سکتے' گو سب کے سب بھی (کیوں نہ) جمع ہو جائیں (اور پیدا کرنا تو بڑی بات ہے وہ تو ایسے عاجز ہیں کہ) اگر اُن سے مکھی کچھ چھین لے جائے تو اُسکو اُس سے چھڑا نہیں سکتے۔ ایسا عابد بھی لچر اور ایسا معبود بھی لچر۔ (افسوس ہے) اُن لوگوں نے اللہ کی جیسی تعظیم کرنی چاہیے تھی (کہ اُسکے سوا کسی کی عبادت نہ کرتے' وہ نہ کی)۔ اللہ تعالیٰ بڑی قوت والا ہے سب پر غالب ہے''۔

سورہ شعراء آیت ۶۹ تا ۷۶ پارہ' ۱۹ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: (ترجمہ: اور آپ ان لوگوں کے سامنے ابراہیم (علیہ السلام) کا قصہ بیان کیجئے جب کہ انہوں نے اپنے باپ سے اور اپنی قوم سے فرمایا کہ تم کس

چیز کی عبادت کرتے ہو؟ اُنہوں نے کہا ہم بتوں کی عبادت کیا کرتے ہیں (اور) ہم اُن ہی (کی عبادت) پر جمے بیٹھے رہتے ہیں۔ ابراہیمؑ نے فرمایا کہ کیا یہ تمہاری سنتے ہیں جب تم ان کو پکارتے ہو' یا یہ تم کو نفع پہنچاتے ہیں یا یہ تم کو کچھ نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ اُن لوگوں نے کہا کہ (اِن کی عبادت کرنے کی یہ وجہ تو نہیں) بلکہ ہم نے اپنے بڑوں کو اِسی طرح کرتے دیکھا ہے۔ ابراہیمؑ نے فرمایا کہ بھلا تم نے اُن کو (غور سے) دیکھا بھی جن کی تم عبادت کیا کرتے ہو' تم بھی اور تمہارے پرانے بڑے بھی کہ یہ (معبودین) میرے (یعنی تمہارے) لئے باعث ضرر ہیں مگر ہاں رب العالمین کی عبادت سرتا سر نفع ہے) جس نے مجھ کو (اور اسی طرح سب کو) پیدا کیا پھر وہی مجھ کو (میری مصلحتوں کی طرف) رہنمائی کرتا ہے''۔

سورۂ حم السجدہ آیت ۳۷ پارہ ۲۴ کے تحت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔ ترجمہ:۔ اور منجملہ اُس کی (قدرت وتوحید کی) نشانیوں کے رات اور دن ہے اور سورج ہے اور چاند ہے (پس) تم لوگ نہ سورج کو سجدہ کرو اور نہ چاند کو اور (صرف) اس خدا کو سجدہ کرو' جس نے اِن (سب) نشانیوں کو پیدا کیا اگر تم کو خدا کی عبادت کرنا ہے''

اللہ تعالیٰ سورۂ احقاف آیت ۴ پارہ ۲۶ کے اندر ارشاد فرماتا ہے:۔ ترجمہ'' آپ کہئے کہ یہ تو بتلاؤ جن چیزوں کی تم خدا کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو' مجھ کو یہ دکھلاؤ کہ اُنہوں نے کونسی زمین پیدا کی ہے یا اُن کا آسمان میں کچھ ساجھا ہے۔ میرے پاس کوئی کتاب جو اِس سے پہلے کی ہو یا کوئی اور مضمون منقول لاؤ اگر تم سچے ہو''

سورۂ واقعہ آیت ۵۷ تا ۵۹ پارہ ۲۷' میں ارشاد خداوندی ہے:۔ ترجمہ ہم نے تم کو اوّل بار پیدا کیا ہے جسکو تم بھی تسلیم کرتے ہو) پھر تم تصدیق کیوں نہیں کرتے۔ اچھا پھر یہ بتلاؤ تم جو (عورتوں کے رحم میں) منی پہنچاتے ہو' اُس کو تم آدمی بناتے ہو یا ہم بنانے والے ہیں''

سورۂ واقعہ ہی کے آیت ۶۳ تا ۷۳ کے ذیل میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔ (ترجمہ) ''اچھا پھر یہ بتلاؤ کہ تم جو کچھ (بیج وغیرہ) بوتے ہو اُسکو تم اُگاتے ہو یا ہم اُگانے والے ہیں۔ اگر ہم چاہیں تو اُس (پیداوار) کو چورا چورا کر دیں پھر تم حیران رہ جاؤ گے کہ (اب کے تو) ہم پر تاوان ہی پڑ گیا بلکہ ہم بالکل محروم رہ گئے (یعنی سارا ہی سرمایہ گیا گذرا) اچھا پھر یہ بتلاؤ کہ جس پانی کو تم پیتے ہو اسکو بادل سے تم برساتے ہو یا ہم برسانے والے ہیں۔ اگر ہم چاہیں تو اس کو کڑوا کر ڈالیں سو تم شکر کیوں نہیں کرتے۔ اچھا پھر یہ بتلاؤ کہ جس آگ کو تم سلگاتے ہو' اُسکے درخت کو تم نے پیدا کیا ہے یا ہم پیدا کرنے والے ہیں' ہم نے اس کو یاد دہانی کی چیز اور مسافروں کے فائدہ کی چیز بنایا ہے''

تمام مخلوقات پر جو بھی حالات آتے ہیں وہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتے ہیں' مختلف حالات کی نسبت مخلوقات کی طرف کرنا بھی اللہ کو مطلق مالک ماننے کے خلاف ہے اور شرک ہے۔

دُنیا امتحان اور آزمائش کی جگہ ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اِنسانوں اور جنوں پر مختلف حالات لاتا ہے' کبھی وہ کامیاب ہوتے ہیں اور کبھی ناکام' کبھی اُن کو نفع ہوتا ہے اور کبھی نقصان' کبھی وہ خوش ہوتے ہیں اور کبھی غمگین' کبھی سکون میں رہتے ہیں اور کبھی پریشانی میں۔ aqeerrgbthjk. مثلاً کبھی بیمار ہوجاتے ہیں' کبھی حادثات کا شکار ہوجاتے ہیں' کبھی اِنسانوں سے ہی تکلیف ہوتی ہے' کبھی ظالم بادشاہ اُن پر مسلط ہوجاتے ہیں' کبھی نیک اور عادل بادشاہ اُن پر حکومت کرتا ہے' کبھی کوئی اُن کی مدد اور خدمت اور تیمارداری کرتا ہے' کوئی کسی کو آگ' پانی سے فوری طور پر بچانے کے لئے دوڑتا ہے' کبھی کوئی بیوہ اور یتیم ہوجاتا ہے تو اِن تمام حالات میں کسی بھی فعل کو مخلوقات کی طرف نسبت نہ دی جائے ورنہ یہ بھی ایک طرح کا شرک ہے' اس سے توحید نکل جاتی ہے اور شرک آجاتا ہے۔ کلمہ طیبہ کے ذریعہ انسانوں کو یہ تعلیم ملتی ہے کہ کائنات کا ذرّہ ذرّہ پتہ پتہ اللہ تعالیٰ کی مرضی اور مشیت کے بغیر نہیں ہل سکتا۔ ہر قسم کے حالات اللہ تعالیٰ ہی کی مرضی سے آتے ہیں مخلوقات کا اس میں کوئی دخل نہیں۔

آل عمران آیت ۱۵۶ کے تحت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔ ترجمہ ''اے ایمان لانے والو! کافروں کی سی باتیں نہ کرو جن کے عزیز واقارب اگر کبھی سفر پر جاتے ہیں یا جنگ میں شریک ہوتے ہیں اور وہاں کسی حادثہ سے دوچار ہوجاتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ اگر وہ ہمارے پاس ہوتے تو نہ مارے جاتے اور نہ قتل کئے جاتے۔

اصل مارنے اور جلانے والا تو اللہ ہی ہے' تمہاری تمام حرکات پر وہی نگراں ہے اسی طرح سورۂ تغابن آیت ۱۱ تا ۱۳ پارہ ۲۸ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔ ترجمہ ''کوئی مصیبت اللہ کے حکم کے بغیر نہیں آتی اور جو شخص اللہ پر (پورا) ایمان رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اُسکے دِل کو صبر ورضا کی راہ دکھا دیتا ہے اور اللہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔ اور خلاصہ کلام یہ ہے کہ ہر امر میں جس میں مصائب بھی داخل ہیں اللہ کا کہنا مانو اور رسول کا کہنا مانو اور اگر تم (اطاعت سے) اعتراض کروگے تو (یاد رکھو کہ) ہمارے رسول کے ذمہ تو صاف صاف پہنچا دینا ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود (بننے کے قابل) نہیں اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر (مصائب وغیرہ میں) بھروسہ رکھنا چاہیئے''

☆ بعض لوگوں کو شیطان یہاں اِس طرح گمراہ کرتا ہے کہ جب کائنات کا ذرّہ ذرّہ اللہ تعالیٰ کی مرضی اور مشیت کے بغیر حرکت نہیں کرسکتا تو جو گناہ اور نافرمانی ہم سے ہورہی ہے وہ بھی اللہ ہی کی طرف سے ہورہی ہے۔ اگر ہم نماز نہیں پڑھ رہے ہیں تو یہ بھی اللہ کی مرضی ہے' اللہ ہم سے نماز نہیں پڑھوا رہا ہے اسلئے ہم نہیں پڑھ رہے ہیں۔ اگر ہم شرک کر رہے ہیں تو یہ بھی اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے کہ وہ ہم سے شرک کروا رہا ہے' اسلئے ہم کررہے ہیں۔ اس پر وہ دلیل دیتے ہیں کہ کائنات کا ذرّہ ذرّہ اللہ کی مرضی کے بغیر ہل نہیں سکتا' یہ ایک بہت بڑی گمراہی ہے اور اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا بہتان اور غلط الزام ہے کہ وہ ہم سے گناہ کروا رہا ہے اسلئے ہم کر رہے ہیں۔ گویا وہ گناہ کروا کر ہم کو سزا بھی دے رہا ہے۔ اس طرح شیطان انسان کو گمراہ کرتا ہے۔ یہ بات صحیح ہے کہ شر اور خیر اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہیں مگر چوں کہ دُنیا امتحان اور آزمائش کی جگہ ہے اسلئے اللہ تعالیٰ نے اِنسانوں کو اختیار وآزادی دی ہے کہ وہ اپنی مرضی اور پسند سے چاہیں تو شر کو اختیار کرلیں یا خیر کو۔ اگر وہ یہ آزادی واختیار نہ دیتا تو امتحان ہی نہیں لیا جاسکتا تھا۔ اللہ تعالیٰ زبردستی کسی سے بُرائی نہیں کرواتا اور نہ بُرائی کا حکم دیتا ہے۔ اگر وہ زبردستی کسی سے

برائی کرائے تو پھر امتحان کیسا؟ اور برائی کروا کر سزا دے تو نعوذ باللہ یہ ظلم ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ تو صفاتِ کمالیہ اور صفاتِ حسنہ رکھتا ہے۔ تمام اچھے اچھے صفات اُسی کی ہیں' وہ صفاتِ رذیلہ سے پاک ہے' اسکی کوئی صفت بُرائی اور گناہ کروانے کی ہے ہی نہیں' وہ ہمیشہ اپنے بندوں کو بُرائی سے روکتا ہے' وہ ہمیشہ اچھائی کا حکم کرتا اور اچھائی کو پسند کرتا ہے پھر وہ اپنے بندوں سے زبردستی بُرائی کیوں کرائے گا؟ یاد رکھیئے گناہ کا تعلق غلطی سے ہے اور غلطی کا تعلق عیب اور نقص سے ہے۔ اسلئے گناہ کرنا عیب' نقص اور غلطی ہے' جو ذات کمال والی ہو اور جو ذات صفاتِ حسنہ رکھتی ہو اور جو ذات اچھی اچھی صفات والی ہو' اور جو ذات عیب اور نقص سے پاک ہو وہ گناہ اور شر کیسے کروائے گی؟ بُرائی کا تعلق نقص سے ہے اور نیکی کا تعلق کمال سے ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ نیکی کا حکم کرتا اور نیکی کو پسند کرتا ہے۔ عیب اور نقص تو مخلوقات میں ہیں' صفاتِ رذیلہ تو انسان اور جن میں ہیں' جس میں عیب اور نقص ہوگا وہی غلطی اور بُرائی کی طرف بھاگے گا اور جو غلطی کرتا ہے وہی گناہ کر سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نہ کسی سے بُرائی کرواتا ہے اور نہ بُرائی میں مدد دیتا ہے بلکہ اُس نے دنیا میں دو راستے رکھ دیئے ہیں' ایک اچھائی کا راستہ اور ایک بُرائی کا راستہ' ایک شر کا راستہ اور دوسرا خیر کا راستہ' اب انسان اپنی مرضی اور پسند سے بُرائی کو اختیار کرے تو انسان کی پسند اور چاہت پر اللہ تعالیٰ رحمت کے فرشتے اُس راستے سے ہٹا لیتا ہے تو وہ انسان برائی کر گذرتا ہے اور اپنی مرضی سے گناہ کا ارتکاب کرتا ہے' اسلئے انسان اگر چوری کر رہا ہے تو وہ اپنے اختیار اور آزادی کی وجہ سے۔ اگر کوئی نماز نہیں پڑھ رہا ہے تو اپنے اختیار و آزادی کی وجہ سے۔ اور اگر کوئی شرک کر رہا ہے تو وہ بھی اپنے اختیار اور آزادی کی وجہ سے

۔ اسکی مثال بالکل ایسی ہے جس طرح ایک امتحان گاہ میں کسی طالب علم کو ساڑھے تین گھنٹے کی چھوٹ اور آزادی رہتی ہے کہ وہ امتحان گاہ میں جوابی پرچہ پر جو چاہے لکھے۔ اگر وہ چاہے تو جوابات لکھ سکتا ہے۔ چاہے تو گالیاں یا لکیریں مار سکتا ہے' اُس کو Examinar اگزامینر کی طرف سے اختیار و آزادی دی جاتی ہے۔ اب اگر وہ جوابی پرچہ پر گالیاں لکھ دے تو گالیاں لکھانے والا Examinar نہیں ہوتا۔ ہم قطعی نہیں کہیں گے کہ Examinar نے یہ گالیاں لکھائیں یا اگزامینر کی اجازت ہونے کی وجہ سے بچے نے گالیاں لکھیں' بلکہ ہر کوئی طالبِ علم کو بُرا کہے گا اُس نے اختیار و آزادی کا غلط فائدہ اُٹھایا۔

شیطان نے اللہ تعالیٰ سے اجازت مانگی کہ آپ مجھے اجازت دیجئے کہ میں آپ کے بندوں کو بھٹکاؤں گا اور بتلاؤں گا کہ وہ آپ کے ناشکرے ہیں۔ اللہ نے قیامت تک یہ کہہ کر اجازت دے دی کہ میرے شکر گذار بندے تیرے جال میں نہیں پھنسیں گے۔ ذرا غور کیجئے کہ اب اگر شیطان بھٹکا رہا ہے تو یہ بھٹکانا شیطان کا ہے یا اللہ کا ہے؟ ہر شخص کہتا ہے کہ شیطان مردود بھٹکاتا ہے۔ اِسی طرح اللہ نے بندوں کو اختیار و آزادی دی ہے کہ وہ اگر چاہیں تو اپنی مرضی سے شیطان کے دوست بنیں چاہیں' تو پیغمبر کے ساتھی بنیں' اُن کو پورا اختیار اور کھلی آزادی ہے کہ وہ چاہیں تو اچھائی اختیار کریں چاہیں تو بُرائی ۔ اجازت ایک الگ چیز ہے اور زبردستی کروانا الگ چیز اور یہ اجازت بھی صرف امتحان کی غرض سے مختصر مدت کیلئے دی گئی ہے۔ اگر اجازت نہ دیتا تو اچھے اور بُرے کام کا امتحان ہی نہیں لیا جا سکتا۔ اس تشریح سے یہ ثابت ہوا کہ انسان نیکی کر کے اُس نیکی کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرے اور اگر انسان سے بُرائی اور گناہ ہو جائے تو

اس کو خود کی طرف منسوب کرے یہ بات عین توحید ہے۔ اگر کوئی گناہ اور برائی کو بھی اللہ تعالیٰ سے منسوب کر رہا ہے تو یہ توحید نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے مقام و مرتبہ کی توہین ہے۔

اللہ تعالیٰ کے ساتھ حاکموں اور مددگاروں کا تصوّر بھی نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ کو محتاج ماننا ہے

قرآن مجید نے واسطے اور وسیلے کا عقیدہ رکھنے والوں کو خالص اللہ تعالیٰ کو معبود ماننے کی تعلیم دی

مشرک انسان اللہ تعالیٰ کو بڑا مانتے تو ضرور ہیں مگر اُن میں شرک کی بہت بڑی وجہ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کو دنیوی بادشاہوں پر قیاس کرتے ہیں' اُن کے نزدیک یہ تصور ہوتا ہے کہ جس طرح دنیا کا ایک معمولی بادشاہ زمین کے ایک چھوٹے سے حصے کے پورے انتظامات اکیلا نہیں سنبھال سکتا' مختلف حاکموں اور منسٹروں کی مدد سے حکومت کے کاموں کو انجام دیتا ہے اور حکومت کے مختلف حصے اور مختلف کام مختلف حاکموں اور منسٹروں کے حوالے کرکے خود حاکم اعلیٰ بن کر حکومت کرتا ہے' حاکموں اور وزیروں کے بغیر وہ حکومت نہیں چلاسکتا۔

اِسی طرح اتنی بڑی کائنات جس کی لمبائی اور چوڑائی کا اندازہ لگانا ناممکن ہے۔ اُس کے انتظامات اکیلا اللہ تعالیٰ کیسے کرسکتا ہے؟ اُن کی عقل میں یہ بات سمجھ میں نہیں آتی' وہ اللہ تعالیٰ کو انسانی بادشاہت پر قیاس کرکے یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بھی کائنات کے مختلف کام چھوٹے چھوٹے خداؤں کے حوالے کردیا ہے اور وہ خود ایک جگہ بیٹھا ہوا ہے۔ لہٰذا وہ سمجھتے ہیں کہ انسانوں کا خدا الگ' جانوروں کا خدا الگ' پانی کا خدا الگ' سورج کا خدا الگ' زندگی دینے والا خدا الگ' موت کا خدا الگ' بیماریوں کا خدا الگ'

وغیرہ وغیرہ اس قسم کا تصوّر گویا خدا کو نعوذ باللہ محتاج ماننا ہے' جو محتاج ہوگا وہ خدا کیسے ہوسکتا ہے؟ اور اس کی عبادت و بندگی کیسے کی جاسکتی ہے؟

مسلمانوں میں بھی وہ لوگ جو کلمہ طیّبہ کا شعور نہیں رکھتے، اُنہوں نے بھی اپنے باپ دادا کی تقلید میں علم حاصل کئے بغیر مختلف بزرگوں کو مختلف کاموں والا سمجھتے ہیں، چنانچہ وہ کسی بزرگ کو اولاد دینے والا، کسی کو بغیر آپریشن کے صحت دینے والا، کسی کو کاروبار میں مدد دینے والا سمجھ رکھے ہیں اور غیر مسلموں کی طرح وہ بھی دُنیا کے مختلف کاموں کا مختلف بزرگوں کو ذمہّ دار سمجھتے ہیں اور اُن کی قبروں پر بڑے بڑے گُنبدیں بنا کر دُھوم دھام سے ہر سال عرس کے نام پر لوگوں کو جمع کیا جاتا ہے اور تمام کی تمام حرکتیں وہاں کلمہ طیّبہ کے خلاف کی جاتی ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کو مالک و معبود نہ ماننے کا عملی مظاہرہ کیا جاتا ہے۔

غیر مسلم اپنے خیالی چھوٹے چھوٹے خداؤں کو مختلف دیوی دیوتاؤں کے نام سے یاد کرتے ہیں اور اُن کے خیالی مجسمے اور مورتیاں بنا کر اُن کی علحدہ علحدہ عبادت گاہیں بھی بناتے ہیں، ان خیالی مجسموں کی شکل وصورت انتہائی ڈراؤنی اور عجیب وغریب بنائی جاتی ہے، جنکے سوسو ہاتھ پیر، کئی کئی سر اور آنکھیں ہوتی ہیں، یعنی عام طور پر انسانی خیالات میں دیوی دیوتا کا جیسا تصوّر ہوتا ہے ویسی ہی شکلیں بنائی جاتی ہیں اور ہر ایک دیوی دیوتا کی عبادت گاہیں مختلف کاموں اور ناموں سے الگ الگ ہوتی ہیں۔ وہ اُن عبادت گاہوں میں ان ہی مقاصد کیلئے جاتے ہیں، کسی دیوی سے پیسہ ملنے کا عقیدہ رکھتے ہیں، کسی سے تعلیم اور کسی سے اولاد، اور کسی سے صحت وتندرستی اور کسی کے پاس شادی بیاہ کی ضرورتیں پوری ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ وہ اِن چھوٹے چھوٹے خیالی خداؤں کو ہمیشہ خوش رکھنا

ضروری سمجھتے ہیں، اِسلئے اُنکی مختلف دنوں میں مختلف طریقوں سے پرستش کرتے ہیں۔

اُنکا یہ بھی عقیدہ ہوتا ہے کہ جس طرح دُنیا کے بادشاہ کے پاس عام آدمی کی رسائی اسکے خاص وزیروں اور درباریوں کے ذریعہ ہی ہوتی ہے اُسی طرح اللہ تعالیٰ تو شہنشاہِ کائنات ہے اسکے دربار میں ہرایک کی رسائی ناممکن ہے، اِس کیلیئے وہ واسطہ اور وسیلہ ضروری سمجھتے ہیں، اور وہ اِن چھوٹے چھوٹے خیالی خداؤں کو بڑے خدا کا دوست اور مقرّب دربار سمجھ کر اُنکے ذریعہ بڑے خدا کے پاس جانے کا عقیدہ رکھتے ہیں، اُنکو ہمیشہ خوش رکھنے کیلیئے اُن کی پوجا اور پرستش کرتے، اُن پر چڑھاوے چڑھاتے اور اُن سے اُنکے کاموں کے لحاظ سے منّتیں مانگتے ہیں۔ اُنکے نام کی دُہائی دیتے اور خدا کے مقابلے اُنکی بھی بڑائی بیان کرتے ہیں تاکہ وہ خدا کے پاس اُنکی سفارش بھی کرنے والے بنیں

بالکل اِسی انداز کا عقیدہ بےشعور مسلمان بھی رکھتے ہیں اور وہ بزرگانِ دین کے ساتھ اِسی طرح کے واسطے اور وسیلے کا تصور رکھتے ہیں، غیر مسلم اگر کوئی اُنکے چھوٹے چھوٹے خداؤں کو باطل اور جھوٹ کہیں تو یہ اپنے اُن چھوٹے معبودوں کی حمایت اور محبت میں اصلی خدا کی بھی مخالفت کرتے ہیں اور بےشعور مسلمان بھی اِسی انداز کی حرکتیں کرتے ہیں۔ خدا کے ساتھ حاکموں اور مددگاروں کا تصور گویا خدا کو نعوذ باللہ مجبور و محتاج ماننا ہے۔ کلمہ طیّبہ کے ذریعہ انسانوں کو یہ تعلیم دی گئی کہ کائنات کا صرف ایک ہی اِلٰہ اور معبُود ہے وہ صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

قرآن نے یہ بھی تعلیم دی کہ اگر کائنات میں ایک سے زیادہ خدا ہوتے تو اُن خداؤں میں ہمیشہ لڑائی جھگڑا ہوا کرتا جس سے کائنات کا نظام درہم برہم ہوجاتا۔ اگر

کائنات کے کئی خدا ہوتے تو کائنات کا یہ نظام اتنے مستحکم اور منظّم طریقے سے کیسے چلتا؟ اس سے مخلوقات کی زندگی خطرہ میں پڑ جاتی۔

اللہ تعالیٰ نے فرعون کو پانی میں ڈبو کر انسانوں کو یہ بتلا دیا کہ فرعون حکومت واقتدار رکھتے ہوئے بھی کچھ بھی خدائی طاقت نہیں رکھتا تھا، وہ مجبور ومحتاج تھا۔ سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی اُس کو بچانے والا نہیں ہے۔

ابرہہ اور اُس کی فوج جو کعبۃ اللہ کو ڈھانے آئی تھی، چھوٹے چھوٹے پرندوں ابابیل سے کنکریاں مار کر اللہ تعالیٰ نے اُس کو اور اُس کی فوج کو تباہ کر دیا اور انسانوں کو یہ تعلیم دی کہ زمین اور آسمانوں میں اللہ تعالیٰ ہی کی حاکمیّت و مالکیّت ہے۔

یوسف علیہ السلام کو کنویں سے نکال کر انسانوں کو یہ تعلیم دی کہ زندگی اور موت اللہ تعالیٰ ہی کے قبضے میں ہے اُس کی مرضی کے بغیر کوئی کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

حضرت عیسیٰؑ کو بچا کر آسمان پر اُٹھا لیا اور انسانوں کو یہ تعلیم دی کہ اللہ تعالیٰ ہی اکیلا اپنی مخلوقات کا نگہبان ہے، کوئی اُس کی مرضی کے بغیر کسی کو نقصان نہیں پہونچا سکتا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں کفّارِ مکہ کی آنکھوں میں دُھول جھونک کر یہ بتلا دیا کہ تمہارے بناوٹی رب جھوٹے ہیں اور کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے ہی سامنے سے جائیں گے مگر تم دیکھ نہیں سکتے۔ ہر قسم کی قدرت صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔ جب وہ کسی کو بچانا چاہے تو کوئی اس کو نقصان نہیں پہونچا سکتے۔

اللہ تعالیٰ سورج اور چاند پر گہن لگا کر اِنسانوں کو یہ تعلیم دیتا ہے کہ سورج اور چاند پر کوئی دوسرا خدا نہیں اُن پر بھی حکومت اللہ تعالیٰ ہی کی ہے۔ وہ صرف اللہ تعالیٰ کے حکم سے چمکتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی کے حکم سے بےنور ہوجاتے ہیں۔

اگر اللہ تعالیٰ بارش کو روک لے اور قحط نازل کردے یا دریاؤں اور سمندروں سے

طوفان لا دے یا ہواؤں میں آندھی طوفان پیدا کر دے یا پھر پلیگ اور دوسری خطرناک بیماریاں پیدا کر دے تو مشرکوں کے یہ تمام دیوی دیوتا اور تمام چھوٹے خدا مل کر ایک بیماری یا ایک مصیبت کو بھی ہٹا نہیں سکتے۔

اِنسانوں کو یہ دعوت دی گئی کہ آخر انسان اللہ تعالیٰ کے مقابلے کیسی مجبور و محتاج چیز کو اپنا اِلٰہ اور معبود بنا لیتا ہے۔ اِسلئے پیغمبروں نے آ کر یہ تعلیم دی کہ **یَاقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَالَكُمْ مِنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ**۔ اِس کائنات کا صرف ایک ہی خدا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے، وہ یکتا اور تنہا ہے۔ تم اُسی کی عبادت و بندگی کرو۔

اللہ تعالیٰ سورۂ عنکبوت کی آیت ۴۱ میں اِرشاد فرماتا ہے: (ترجمہ) ''جن لوگوں نے خدا کے سوا اور کارساز تجویز کر رکھے ہیں، اُن لوگوں کی مثال مکڑی کی سی ہے جس نے ایک گھر بنایا اور کچھ شک نہیں کہ سب گھروں میں بودا مکڑی کا گھر ہوتا ہے۔ اگر وہ (حقیقتِ حال کو) جانتے تو ایسا نہ کرتے۔'' سورۂ زمر آیت ۴۵ میں اِرشاد ہے (ترجمہ) '' جب اکیلے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو آخرت پر ایمان نہ رکھنے والوں کے دِل کُڑھنے لگتے ہیں اور جب اُسکے سوا اور دوسروں کا ذکر ہوتا ہے تو یکایک وہ خوشی سے کھل اُٹھتے ہیں۔''

کلمہ طیّبہ کا لازمی اور ضروری تقاضا ہے کہ اِنسان پر سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ ہی کی محبت کا غلبہ ہو۔

دُنیا اِمتحان اور آزمائش کی جگہ ہے، اللہ تعالیٰ نے انسان اور جن کا امتحان لینے کیلئے دُنیا میں بہت سی چیزوں کی محبت بھی رکھی ہے، اب انسان کا امتحان یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی محبت کو دُنیا کی چیزوں پر غالب رکھتا ہے یا دُنیا کی چیزوں کی محبت کو اللہ تعالیٰ کی محبت پر غلبہ دیتا ہے۔ دُنیا میں لاکھوں اِنسان اللہ کو اپنا مالِک تو ضرور مانتے ہیں مگر وہ اللہ تعالیٰ سے زیادہ دُنیا کی چیزوں سے محبت کرتے ہیں اور اُنکو حاصل کرنے کیلئے قتل، خون، غارت گری، بے ایمانی، ناانصافی اور ظلم و زیادتی کرتے ہیں اور خالق کو ناراض کر کے مخلوق کو

خوش کرتے ہیں۔ دنیا کی محبت میں جان بوجھ کر مالک کی نافرمانی کرتے ہیں۔

قرآن کریم حضرت اِبراہیمؑ کی زندگی کو اِنسانوں کی تربیت کیلئے پیش کر کے یہ درس دیتا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کو سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ ہی سے محبت تھی اور وہ اللہ تعالیٰ ہی کی محبت میں ہر قسم کی قربانی دینے اور مجاہدہ کرنے والے انسان تھے، انہوں نے اللہ کی محبت کی خاطر گھر بار اور والد کو چھوڑا، وطن کو چھوڑا، بیوی بچے کو چھوڑا، بڑھاپے میں ہونے والی اولاد کو اللہ تعالیٰ کی محبت میں ذبح کرنے کیلئے تیار ہو کر یہ ثبوت دیا کہ وہ ہر چیز سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں، حضرت یوسفؑ نے اللہ تعالیٰ کی محبت کی خاطر اپنے جسم کا اِستعمال غلط کرنے سے انکار کیا اور زلیخا کو اپنے اوپر غلبہ پانے نہیں دیا۔ بی بی آسیہ نے اللہ تعالیٰ ہی کی محبت میں اپنی جان دینا گوارا کیا مگر اپنے شوہر کے ساتھ رہنا پسند نہ کیا، فرعون کے جادوگروں نے اللہ تعالیٰ کی محبت میں خوشی خوشی اپنے ہاتھ پیر کٹوانا گوارا کیا، اصحابِ کہف نے اللہ تعالیٰ ہی کی محبت میں شہر چھوڑ کر غار میں پناہ لی۔ حضرت ایوبؑ کے صبر کی مثال دراصل اللہ تعالیٰ کی محبت کا زبردست نمونہ ہے مگر یہ تمام مجاہدے اور قربانیاں انسان کب دے سکتا ہے؟ جب اُسکو دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے محبت ہو اور یہ محبت ہی انسان کو کروٹ کروٹ اللہ تعالیٰ کی بندگی، غلامی اور عبادت پر ڈالتی ہے،

اس محبت کے پیدا کرنے کیلئے کلمہ طیّبہ کا شعور حاصل کرنا ہوگا۔ ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ کو سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے محبت تھی۔

اِس کے بعد آپ تعلیم الایمان (ساتواں حصہ/حصّہ دوم) میں

محمد رسول اللہ یعنی کلمہ طیّبہ کا دوسرا جزء پڑھیے

چھپوانے کی کھلی اِجازت ہے

(حق کتابت غیر محفوظ)

نام کتاب	:	(تعلیم الایمان) ''ہم کیسے سمجھیں کہ اللہ تعالیٰ ہے''
مصنف	:	مولانا مفتی محمد مصطفیٰ مفتاحی
مرتب	:	عبداللہ صدیقی
سن طباعت	:	2005
کتابت	:	گریٹ گرافکس، اندرون جمال مارکٹ، حیدرآباد فون:24402886
تعداد	:	500

ناشر

عظیم بک ڈپو

نزد جامع مسجد، دیوبند

یوپی، پن کوڈ :247554

فون نمبر : 223845 - 01336 موبائیل :310366 - 01336

فتح منزل

نشیمن ہوٹل سے پہلے